ناموسِ رسالت

(صلی اللہ علیہ وسلم)

کا

دفاع

تالیف:

ڈاکٹر قذلہ محمد آل حواش القحطانی

ترجمہ:

سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

نظر ثانی:

شیخ ثناء اللہ صادق تیمی

فوری مترجم ائمہ مسجد حرام، مکہ مکرمہ

انتساب:

یہ کتاب ان تمام لوگوں کے نام ایک پیغام ہے جو اللہ کے رب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور اسلام کے دین ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔

مشرق ومغرب میں رہنے والے ان تمام مسلمان مرد وخواتین کے نام ہے جنہوں نے اشرف المخلوقات اور سید المرسلین پر ہونے والے حاقدانہ حملوں کوسنا اور دیکھا، وہ (سید المرسلین) کہ جن کی بعثت سے صنم منہ کے بل گر پڑے، جو اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ان کی بات اتاری ہوئی وحی ہوتی ہے، وہ صاحبِ حوض کہ جہاں ان کی امت کا ورود ہو گا، وہ صاحبِ عَلَم کہ جسے ان کے لئے نصب کیا جائے گا، چمکتی پیشانی اور دمکتے اعضاء والی امت کے وہ قائد جو قیامت کے دن اللہ تعالی کی حمد وستائش کے عَلم بردار ہوں گے۔

ان تمام یہودی اور نصرانی کے نام جو حق کے متلاشی، روشنی اور صراط مستقیم کی راہ یابی کے جویا ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمه

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب إليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، أدى الأمانة ونصح الأمة وجاهد في الله حق جهاده.

وبعد:

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر سخت حملے اور حاقدانہ جنگیں ہورہی ہیں, جن کے نمونے ہمیں ناروےیج اور ڈنمارک کے صحافتی حملوں میں نظر آئے اور جن کا مقصد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ کو بگاڑنا ہے, ان حالات میں فرزندانِ اسلام کے اوپر واجب ہوتا ہے کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ناموس کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوں, حبِّ نبی کی وفاداری یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزتِ شریفانہ کی راہ میں جان ومال کی قربانی پیش کی جائے, سچی محبت کی دلیل یہ ہے کہ آپ کو جان ومال اور اولاد پر مقدم رکھاجائے جیسا کہ صحیحین میں وارد ہوا ہے کہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد, ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

میرا زور اس بات کو ثابت کرنے پر ہے کہ یہ سارے حملے خواہ ان کے اندر جس قدر بھی حقد وحسد اور اسلام مخالف سازش شامل ہوں, یہ صرف کھوکھلی سی باتیں ہیں جن سے پوری دنیا کے دلوں میں نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ومرتبہ ہے اس میں کوئی کمی نہیں آتی, پوری تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کی جو عظمت وجلالت رچی بسی رہی ہے, دین ومذہب اور فکر ونظر کے اختلافات سے اوپر اٹھ کر انصاف پسندوں نے ہمیشہ اس کا اعتراف کیا ہے۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ کس طرح نصرانی بادشاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے مکتوب کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ اسے خبر ملی کہ ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو بہ طور تعظیم سونے کے برتن میں رکھا، اسی حالت میں اس کی اولاد میں بھی نسل در نسل یہ منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس فرانسیسی بادشاہ تک پہنچ گیا جس نے ہسپانیہ کی راجدھانی طیطلہ پر غلبہ پالیا، اس کے بعد وہ خط اس کے نواسے کے پاس رہا، مجھے ایک دوست نے بتایا کہ مسلمانوں کے قائد عبد الملک بن سعد کی اس بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے انہیں یہ مکتوب دکھایا، دیکھتے ہی ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے بوسہ لینے کی اجازت طلب کی جو کہ نہ مل سکی۔

کنیڈین مستشرق اپنی کتاب "مشرق اور اس کی عادتیں" میں لکھتے ہیں":(اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد مسلمانوں کے سب سے بڑے دینی رہنما تھے، ان کے بارے میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ وہ صاحب قدرت مصلح, بلاغت وفصاحت سے لیس، جرئت مند مجاہد اور عظیم مفکر تھے، یہ ہمارے لئے روا نہیں کہ ہم ان کی طرف کوئی بھی ایسی بات منسوب کریں جو ان صفات کے منافی ہو، ان کا لایا ہوا یہ قرآن اور ان کی پوری تاریخ اس دعوے کے درست ہونے پر گواہ ہیں)۔

انگریزی مفکر برناڈ شا اپنی کتاب (محمد) میں کہتا ہے:

"دنیا کو سب سے زیادہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو محمد کی فکر کا حامل ہو، یہ وہ نبی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو ہمیشہ عزت واحترام کے ساتھ پیش کیا، یہ دین تمام سماجی قوانین کے ظلم وستم کے بالمقابل سب سے مضبوط دین ہے جو کہ ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری قوم کے بہت سے لوگ دلائل اور بصیرت کے ساتھ اس دین کو اپنا چکے ہیں، اس برّاعظم میں اس دین کو بڑے پیانے پر مقبولیت ملنے والی ہے"۔

یہ مثالیں مشت نمونہ از خروارے کی مانند ہیں، میرا خیال ہے کہ (نبی اعظم کے خلاف دشمنوں کے) ان حملوں کی اوٹ سے ہی یورپ، امریکہ اور پوری دنیا کے اندر ایک بڑی کامیابی، اسلام کی فتح وکامرانی اور اس کی نشرواشاعت کی (کرنیں نمودار ہونے والی ہیں)۔

اسی غرض سے ہم نے یہ مقالہ آپ کے ذوق کی نظر کرنا چاہا تاکہ ہمارے محبوب اور آنکھوں کی ٹھنڈک مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا حق ادا ہو سکے جو کہ ادنی ترین حق ہے، اللہ تعالی سے امید ہے کہ

اسے شرفِ قبولیت سے نواز کر اپنی رضا کے لئے خالص کر لے, مجھے اور ان تمام لوگوں کو جنھوں نے آپ کی نصرت میں حصہ لیا اور آپ کی عزت وناموس کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے, (قیامت کے دن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں شامل کرے, اور ہمیں آپ کے حوض شریف کا وہ جام نصیب کرے کہ جس کے بعد کبھی تشنہ لبی نہ ہو.. آمین۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

تحریر کردہ:

ڈاکٹر فذلہ بنت محمد القحطانی

مرکزی نگراں: عمومی ادارہ برائے تربیتی پروگرام

وزارئہ تعلیم وتربیت

سابق لیکچرر: کلیۃ الخدمۃ الاجتماعیۃ

پہلی فصل

اس فصل میں دو مباحث ہیں:

پہلا مبحث: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات کسی بحث ومباحثہ کا محتاج نہیں، اس لئے کہ اس کے انکار کا مطلب ہے کہ آدمی اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کا منکر ہے، بلکہ اس کے انکار سے آسمانی کتابوں، ربانی شریعتوں اور تمام انبیاء کی نبوت کا انکار لازم آتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام عقیدے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی درست طریقے سے ہمارے علم میں آئے ہیں، نیز آپ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے سبھوں نے آپ کی نبوت کی بشارت دی، تو آپ کی تکذیب کرنے سے آپ سے قبل کے تمام رسولوں کی تکذیب لازم آتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت کی بہت ایسی روشن نشانیاں اور عظیم دلیلیں لے کر آئے جو آپ سے پہلے کوئی بھی نبی لے کر نہ آئے، اس قدر شفافیت اور وضاحت کے باوجود اگر آپ کی نبوت کی نفی کی جائے تو دیگر نبوتوں کی نفی بدرجۂ اولی کی جائے گی[1] ۔

مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ حملے ان قوموں کی طرف سے ہو رہے ہیں جو اہل کتاب ہیں، ہونا تو یہ چاہئے کہ اہل کتاب رسولوں اور رسالتوں پر اگر ایمان نہ بھی لائیں تو کم از کم ان کا احترام کریں، یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ ممالک کفر وشرک اور گمراہی والی جگہیں ہیں جو تحریف شدہ نصرانیت اور اس بت پرستی کی آڑ لے رہے ہیں جو گمراہ کن یونانی معتقدات کے بچے کھچے حصے ہیں جنہیں بولس[2] نے آسمانی دین کی شکل میں ان کے سامنے پیش کیا۔

---

(1) ہدایۃ الحاری: ۳۵۹-۳۶۵

(2) بولس کا اصلی نام شاؤل ہے، اس کی پیدائش طرطوس اور نشو ونما یروشلم میں ہوئی، اس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فریسیوں (یہودیوں کا ایک دینی اور سیاسی گروہ) میں سے تھا جس نے منافقت کے طور پر نصرانیت قبول کیا، اس لئے کہ وہ شروعاتی دور میں عیسائیوں سے شدید عداوت رکھتا تھا، اس نے عیسی علیہ السلام کے شاگردوں سے ملنے کی بھی کوشش کی، پھر وہ چرچ کی تعمیر، وعظ اور تقریر سے جڑ گیا اور کچھ ایسے رسالے لکھے جن پر اس کے گزر جانے کے بعد نصرانیوں نے اعتماد کر لیا، جب کہ وہ کفر وشرک اور تثلیث (تین خدا کے برحق ہونے) کی دعوت سے بھرے پڑے ہیں، دیکھیں: محاضرات فی النصرانیۃ: ۶۷-۷۰

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے لئے کسی دلیل کی چنداں ضرورت نہیں، آپ کی صداقت وراست گوئی کے سامنے ساری دلیلیں ہیچ ہیں، عالم اسلام میں اس امت کہ جن کے دل میں نبی کی محبت جاگزیں ہے، کی جانب سے احتجاج اور ناگواری کے جو بے مثال مظاہرے ہو رہے ہیں، یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نہ ہوتے تو کیا آپ کا دین باقی رہتا اور اسے ۱۴۳۹ سال تک دنیا کے تمام ادیان پر غلبہ حاصل رہتا.. جبکہ آپ نے غیب کی جو بھی خبریں دیں وہ سب آپ کی وفات کے کچھ سال بعد ہی پردۂ غیب سے ہو بہو رونما ہو گئیں۔

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کچھ نمایاں دلائل پیش کئے جا رہے ہیں ،جو کہ یہ ہیں:

۱۔ بڑے بڑے معجزات کے ذریعہ آپ کی تائید، جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔

۲۔ بعثت سے پہلے اور بعد کے حالات میں غور وفکر کرکے آپ کی نبوت کو ثابت کرنا۔

۳۔ آپ نے انبیاء کی جو خبریں دیں اور گزشتہ اقوام کے جو قصے بیان کئے، ان کے ذریعہ آپ کی نبوت کو ثابت کرنا۔

۴۔ شروعات سے انبیاء کی موجودگی کو ثابت کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کو آشکارا کرنا۔

۵۔ ایسے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا جس میں لوگوں کو ایک رسول کی سخت ضرورت تھی۔

۶۔ سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت۔

تفصیل درج ذیل ہے:

(آپ کی نبوت کی)پہلی نمایاں دلیل ہے: بڑے بڑے معجزات کے ذریعہ آپ کی تائید ،جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے:

اللہ نے ایسے بڑے بڑے معجزات کے ذریعہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی جو کہ آپ سے قبل کسی نبی کے لئے یکجا نہیں کئے گئے، بلکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام فضائل اور معجزات دئے گئے جو دیگر تمام انبیاء کو دئے گئے۔ (1)

الحلیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیاں ایک ہزار تک پہنچتی ہیں"۔ (2)

آپ کی نبوت کی عظیم ترین نشانی قرآن عظیم ہے، جس کے نہ تو سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے، صحیحین میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو جو نشانیاں دی گئیں (وہ ان کے زمانے کے ساتھ ختم ہو گئیں یا) وہ معجزات ان سے پہلے کے نبی کو بھی دی گئی تھیں جن پر لوگوں نے ایمان لایا، مجھے جو نشانی دی گئی وہ وحی ہے جو اللہ نے میرے اوپر اتاری ہے، میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تمام نبیوں میں سب سے زیادہ میرے متبعین اور پیروکار ہوں گے"۔ (3)

---

(1) دیکھیں: ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوۃ (۲/ ۵۸۷)، الشفا (۵۲۳-۵۲۵)

(2) المنہاج فی شعب الإیمان (۱/ ۲۶۳)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام نووی نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بارہ سو سے زائد ہیں، امام بیہقی نے "المدخل" میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد ہزار تک ہے، حنفی عالم الزاہدی کہتے ہیں: آپ کے ہاتھوں پر ایک ہزار معجزات کا ظہور ہوا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: تین ہزار کا ظہور ہوا"۔ فتح الباری: (۶/ ۶۷۴)

(3) امام بخاری نے اسے کتاب فضائل القرآن میں باب کیف نزل الوحی وأول ما نزل کے تحت ذکر کیا ہے، حدیث: ۴۶۹۶ (۴/ ۱۹۰۵)، اس حدیث کو کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بعثت بجوامع الکلم" کے تحت بھی ذکر کیا ہے، حدیث: ۶۸۴۶ (۶/ ۲۶۵۴)، نیز اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الإیمان میں باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر کیا ہے، حدیث: ۲۳۹ (۱/ ۱۳۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر تعلیق چڑھاتے ہوئے کہاہے کہ: میرا کہناہے کہ عظیم معجزہ قرآن ہے کیوں کہ تمام انبیاء علیہم السلام جس نشانی کے ساتھ مبعوث ہوتے تھے وہ ان کی وفات کے ساتھ ختم ہو جاتی تھی، اسی وجہ سے ان کے ماننے والے بھی کم ہوا کرتے تھے، اس کے مقابلے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کثیر تعداد میں ہیں کیوں کہ آپ کا یہ عظیم ترین معجزہ آپ کے بعد بھی بعینہ باقی ہے، ہر زمانے میں بہت سے لوگ قرآن سن کر اللہ اور رسول پر ایمان لاتے رہے ہیں، اسی بنیاد پر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تمام نبیوں میں قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے"۔[1]

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مختلف معانی ذکر کئے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ:

قرآن وہ عظیم معجزہ ہے جس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم کو چیلنج کیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص معجزہ ہے، اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ کو اس کے علاوہ کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔

ایک معنی یہ بھی ہے کہ: دیگر معجزات کے برخلاف اس قرآن کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

ایک معنی یہ ہے کہ: آپ سے قبل ہر نبی کو جو معجزہ دیا گیا، وہ معجزہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی عطا ہوا۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی کو نہیں نوازا گیا۔

حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ: انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے زمانے کے ساتھ گزر گئے، لیکن معجزۂ قرآن ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی رہنے والا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے دیگر اور اقوال ذکر کرنے کے بعد عرض کیا: "ان تمام اقوال کو ایک قول میں پیش کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ان سب کا ایک ہی ماحصل ہے جس میں باہم کوئی تضاد نہیں"۔[2]

قرآن کریم کے چیلنج کا ذکر کتاب اللہ کی مختلف آیتوں میں آیا ہے:

پہلا چیلنج: اللہ تعالی کے اس قول میں ہے: ﴿وَإِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّن مِّثۡلِهِۦ وَٱدۡعُواْ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ٢٣ فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ

(1) امام ذہبی کی کتاب السیرۃ: ص ۲۸۶

(2) فتح الباری: (۸/ ۶۲۳)

﴿ وَلَن تَفۡعَلُواْ فَٱتَّقُواْ ٱلنَّارَ ٱلَّتِي وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُۖ أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ ﴿٢٤﴾ ﴾ [سورة البقرة: 23-24].

ترجمہ: ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنالاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالی کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلالو۔

پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کرسکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی کے اس قول میں ظاہری چیلنج ہے: {فأتوا بسورة من مثله} یعنی کہ: اس جیسی ایک سورت تو بنالاؤ، پھر اللہ تعالی کے اس قول میں دوسرا چیلنج ہے: {وادعوا شهدائكم من دون الله إن كنتم صادقين} یعنی کہ: تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالی کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلالو۔ نیز اللہ تعالی کے اس قول میں تیسرا چیلنج ہے کہ: {فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار...} یعنی کہ: پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کرسکتے تو (اسے سچا مان کر) آگ سے بچو...

ساتھ ہی اس آیت میں اس بات کی بھی خبر ہے کہ وہ مستقبل میں بھی ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے، چناں چہ ایسا ہی ہوا، یہ ایک ایسی بات ہے جس کی اتنی باوثوق خبر وہی دے سکتا ہے جو پوشیدہ اور راز کا علم رکھنے والا ہو۔

(دوسرا چیلنج): اس کی دلیل اللہ تعالی کے اس قول میں ہے[1] :

﴿ وَمَا كَانَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ أَن يُفۡتَرَىٰ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِن تَصۡدِيقَ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا رَيۡبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٣٧﴾ أَمۡ يَقُولُونَ ٱفۡتَرَىٰهُۖ قُلۡ فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّثۡلِهِۦ وَٱدۡعُواْ مَنِ ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ﴿٣٨﴾ ﴾ [سورة يونس: 37-38].

---

(1) دیکھیں: احمد الزبیدی کی کتاب إثبات نبوة النبي صل الله عليه وسلم: ۲۲

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ (کی وحی) کے بغیر (اپنے سے ہی) گھڑ لیا گیا ہو، بلکہ یہ تو (ان کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے ما قبل (نازل) ہو چکی ہیں اور کتاب (احکام ضروریہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے، اس میں کوئی بات شک کی نہیں کہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے ؟ آپ کہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو، بلا لو اگر تم سچے ہو۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالی کے اس قول میں چیلنج کا ذکر ہوا ہے: {وما كان هذا القرآن أن يفترى} یعنی کہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ (کی وحی) کے بغیر (اپنے سے ہی) گھڑ لیا گیا ہو۔ دوسرا چلینج اللہ کے اس قول میں ہے: {قل فأتوا بسورة مثله} یعنی کہ: آپ کہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ۔ کوئی بھی انسان اس جیسا کچھ نہ لا سکا۔

اللہ تعالی کے اس قول میں منتہائے چیلنج پیش کر دیا گیا ہے: {وادعوا من اســـتطعتم من دون الله} یعنی کہ: اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو، بلا لو اگر تم سچے ہو۔

تیسرا چیلنج: اللہ تعالی کے اس قول میں ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَٰتٍ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٣﴾ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَآ أُنزِلَ بِعِلْمِ ٱللَّهِ وَأَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٤﴾﴾ [سورة هود: 13-14].

ترجمہ: کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے، جواب دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟

چوتھا چیلنج: اللہ تعالی کے اس قول میں:

﴿ قُل لَّئِنِ ٱجۡتَمَعَتِ ٱلۡإِنسُ وَٱلۡجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِمِثۡلِ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ لَا يَأۡتُونَ بِمِثۡلِهِۦ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا ٨٨ ﴾ [سورة الإسراء:88].

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مدد گار بھی بن جائیں۔

کوئی مخلوق اس طرح کا چیلنج نہیں کر سکتی، اس لئے کہ یہ مستقبل کے علم پر مبنی ہے، بہ طور خاص اگر یہ چیلنج ایسے نبی کی طرف سے آرہا ہو جو اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہو، اور ہر چند کہ ان کی قوم انہیں جھٹلائے اور کاذب کہے، وہ اپنی صداقت کو ثابت کرتا ہو، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے ہے۔

پانچواں چیلنج: اللہ تعالی کے اس قول میں پیش ہوا ہے: ﴿ قُلۡ فَأۡتُواْ بِكِتَٰبٖ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ هُوَ أَهۡدَىٰ مِنۡهُمَآ أَتَّبِعۡهُ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ٤٩ ﴾ ﴿ فَإِن لَّمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَكَ فَٱعۡلَمۡ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهۡوَآءَهُمۡۚ وَمَنۡ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ بِغَيۡرِ هُدٗى مِّنَ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ٥٠ ﴾ [سورة القصص:49-50].

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کروں گا۔ پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بے شک اللہ تعالی ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالی کے اس قول میں ایک چیلنج ہے: { قل فأتوا بكتاب من عند الله } یعنی کہ: کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ۔ دوسرا چیلنج اللہ کے اس قول میں ہے: {فإن لم يستجيبوا لك فاعلم أنما يتبعون أهوائهم } یعنی کہ: پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں انہیں ڈانٹ پلائی جارہی ہے کہ وہ اپنی عاجزی کی وجہ سے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے۔ تیسرا چیلنج اللہ کے اس قول میں ہے: { ومن

أضـل ممن اتبع هو اه بغر هدى من الله إن الله لا يهدى القوم الظالمين}یعنی کہ: اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔

چھٹا چیلنج: اللہ تعالی کے اس قول میں ہے:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُۥ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَـٰدِقِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾ [سورة الطور: 33-34].

ترجمہ: کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے (قرآن) خود گڑھ لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلے اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں۔

یہ وہ آیتیں ہیں جن میں واضح اور کھلے انداز میں چیلنج کیا گیا ہے، جہاں تک وہ آیتیں ہیں جن میں چیلنج کا ذکر ضمنی طور پر آیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں (1)، یہ آیتیں باہم مل کر (دفاع نبوی کے) اسباب کو تقویت پہنچاتی اور عزائم کو مہمیز دیتی ہیں (2)۔

ان سب کے باوجود وہ ان چیلنجز کے سامنے عاجز رہے، ان کی عاجزی پر یہ دو چیزیں بھی دلالت کرتی ہیں:

پہلی چیز: اگر وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتے تو یہ بات ضرور منقول اور مشہور ہوتی، اس لئے کہ اس کے پھیلنے کے سارے اسباب مہیا تھے، یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ: (واقعہ میں) ایسا ہوا لیکن نقل نہیں کیا جا سکا اس لئے کہ یہ ایسی چیز ہے جسے چھپایا ہی نہیں جا سکتا، اس کے علاوہ یہ (بات) تمام نبی کے معجزات اور نشانیوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے، جس کا مطلب ہو گا کہ انبیاء کی تمام نشانیاں باطل اور بے معنی ہیں۔

دوسری چیز: اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی استطاعت رکھ پاتے تو آپ کی رسالت کو باطل ثابت کرنے کے لئے یہ ان کے پاس حجت اور دلیل ہوتی اور انہیں خون بہانے، جان لینے، مال لٹانے اور نسلوں کو غلام بنانے کی ضرورت نہ پڑتی۔

---

(1) مثال کے طور پر: یونس: ۴۲-۴۳، رعد: ۳۱، عنکبوت: ۵۱، حشر: ۲۱

(2) دیکھیں: احمد الزبیدی کی کتاب إثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۲-۲۵

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ان کی عاجزی کا یقین نہ ہوتا تو آپ انہیں چیلنج بھی نہ کرتے، بہ طور خاص ان حالات میں جب کہ ان کی اکثریت ہو، انکی فصاحت اور بلاغت کی طوطی بولتی ہو، جس کا واضح مطلب ہے کہ آپ کو یقین تھا کہ اس (چیلنج کا جواب دینا) ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔[1]

بعض علماء کا کہنا ہے کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیلیں معزز کتاب میں موجود ہیں، یہ معزز کتاب پوری کی پوری آپ کی رسالت کی صداقت پر دال ہے، بلکہ اس کی ہر ایک سورت اس پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اس کی مثال پیش کرنا حد درجہ ناممکن ہے.. گویا اس کے ناممکن ہونے پر دلالت کرنے والے دلائل کی تعداد ہزار سے زائد ہے، جو کہ قرآن کے اسرار اور عجائب میں سے ہے۔[2]

قرآنی اعجاز کی قِسموں کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، جوکہ مختصراً یہ ہیں[3]:

پہلا اعجاز: بلاغت، بیان اور عجیب وغریب (اسلوبِ) تالیف کے اعتبار سے قرآن کا اعجاز، جس کی وضاحت یہ ہے کہ:

---

(1) دیکھیں باقلانی کی کتاب: إعجاز القرآن: ۲۳، ماوردی کی کتاب: إعلام النبوۃ: ۷۱، ابن کثیر کی کتاب: شمائل الرسول: ۱۲۷

باقلانی کہتے ہیں: کچھ لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ابن المقفع نے قرآن پر اعتراض کیا اور اس کی مخالفت کی، اس دعوی میں انہوں نے نایاب شیئ کا سہارا لیا اور وہ ہے یہ دو کتابیں: ایک کتاب میں مشہور حکمتیں ہیں جو ہر قوم کے حکیموں کے پاس ہوا کرتی ہیں... چنانچہ اس کتاب میں لفظی اور معنوی کسی طرح کی کوئی عمدگی اور اچھوتا پن نہیں ہے، دوسری کتاب سفر نامے سے متعلق ہے، جس میں مؤلف نے اتنا تکلف کیا ہے کہ ہر غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے، اس کی وہ کتاب جو حکمت میں ہے وہ بزرجمہر کی کتاب سے منقول ہے جو کہ حکمت سے ہی متعلق ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر کون سا بڑا کام کیا ہے اور کون سی فضیلت حاصل کر لی ہے؟ نیز ان کی کوئی ایسی کوئی کتاب نہیں جس کے بارے میں کوئی یہ دعوی کر سکے کہ اس میں انہوں نے قرآن کی مخالفت (قرآن جیسا کلام پیش کرنے کی جسارت) کی ہے، بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک مدت تک اس کوشش میں لگے رہے پھر اپنی ساری کاوشیں انہوں نے منتشر کر دی اور انہیں سامنے لانے سے خود انہیں شرمندگی ہونے لگی... "اعجاز القرآن: ۵۶

(2) دیکھیں: الرسائل المنیریۃ کے تحت ابن الحنبلی کی کتاب: استخراج الجدال من القرآن الکریم: (۳/ ۵۴)

(3) دیکھیں: باقلانی کی کتاب: إعجاز القرآن: (۵۷-۶۶)، ابو الحسین الزیدی کی کتاب إثبات نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماوردی کی کتاب أعلام النبوۃ: (۵۸-۸۳)، الشفا: (۱/ ۳۸۵-۳۹۶)، قرطبی کی کتاب الإعلام: (۳/ ۷ ۳۴۰ ۳۲۳)، ابن کثیر کی کتاب الشمائل:

۱۔ مجملہ طور پر قرآن انسان کے عام اور مانوس کلام سے بالکل مختلف ہے، جبکہ انسانی کلام کے نت نئے اسلوب اور متعدد طریقے ہیں۔

۲۔ اس قدر بلاغت اور بیان ووضاحت کے ساتھ اتنا لمبا کلام عربوں (کے ادبی ورثے) میں نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کے شعراء اور فصحاء کی جانب جو کچھ بھی منسوب کیا جاتا ہے وہ گنتی کے چند کلمات اور معمولی سی حکمتیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان میں کا کوئی اگر ایک فن کا ماہر ہو بھی جائے تو وہ دوسرے فن سے نابلد رہتا ہے، نیز یہ معمولی اور گنتی کے چند جملے بسا اوقات باہم متعارض بھی ہوتے ہیں، ان میں خلل واقع ہوتا اور بے ترتیبی ظاہر ہوتی ہے، لیکن قرآنِ عظیم اپنی طوالت کے باوجود تمام سورتوں اور آیتوں میں فصاحت اور موزونیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔

۳۔ قرآن کا عجیب وغریب نظم وترتیب، موضوع مختلف ہونے کے باوجود اس کے پاروں کا باہمی ربط، اس میں جہاں وعدے ہیں وہیں وعید بھی ہے، جہاں ترہیب وتخویف ہے وہیں ترغیب بھی ہے، اس کے اندر قصے اور سیرتیں ذکر کی گئی ہیں، احکام اور شریعتوں کا بیان آیا ہے، اس کے باوجود نہ تو اس میں اختلاف ہے اور نہ (معنے میں) دوری۔

۴۔ ایجاز اور اختصار کے ساتھ معانی کی کثرت، اللہ تعالی کے اس قول میں غور فرمائیں: {ولكم في القصـــاص حياة يا أولى الألباب لعلكم تفلحون} (بقرة:۱۷۹) فیروزآبادی رحمہ اللہ[1] کہتے ہیں کہ: یہ چار کلمات اور سولہ حروف ہیں جن کے اندر ایک لاکھ مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، جنہیں

(۱۲۶-۱۳۵) زرکشی کی کتاب البرہان فی علوم القرآن: (۲/ ۹۰-۱۱۷)، بصائر ذوی التمیز: (۱/ ۶۵)، سیوطی کی کتاب الاِتقان: (۲/ ۲۵۲-۲۷۰)، رافعی کی کتاب اِعجاز القرآن: (۵۶ اور اس کے بعد) اور الشیخ مناع القطان کی کتاب مباحث فی علوم القرآن: (۲۵۷-۲۷۵)

(1) محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر، ابو طاہر مجد الدین الشیرازی الفیروزآبادی: ادب اور لغت کے ایک امام ہیں، آپ کی پیدائش کارزین میں ہوئی جو کہ شیراز کا ایک شہر ہے، آپ عراق منتقل ہوگئے اور مصر وشام کا سفر کیا، روم اور ہندوستان بھی گئے، لغت، حدیث اور تفسیر میں اپنے وقت کے مرجع الخلائق تھے، آپ کی وفات زبید میں سنہ ۸۱۷ میں ہوئی، آپ کی مشہور ترین کتاب ہے: "القاموس المحیط". دیکھیں: الأعلام: (۷/ ۱۴۶-۱۴۷)

علماء شریعت نے بیان کیا ہے, جو کہ ہزاروں جلدوں میں موجود ہیں, اس کے باوجود اس کے منتہائے حقیقت اور مقصد تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔[1]

اللہ تعالی کے اس قول میں غور فرمائیں: ﴿ٱلۡأَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذِۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلۡمُتَّقِينَ ٦٧﴾ [سورة الزخرف:67].

ترجمہ: اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔

اللہ تعالی کے اس قول میں بھی غور کریں: {خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين} (اعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: آپ درگزر کو اختیار کریں, نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں۔

یہ آیتیں تمام اخلاق کریمہ کو شامل ہیں۔[2]

دوسرا اعجاز: غیبیات کی جو خبریں اس قرآن میں دی گئی ہیں, ان سے واقف رہنا انسان کے لئے ناممکن ہے, جیسا کہ اس آیت میں وارد ہوا ہے: ﴿غُلِبَتِ ٱلرُّومُ ٢﴾ ﴿فِيٓ أَدۡنَى ٱلۡأَرۡضِ وَهُم مِّنۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُونَ ٣﴾ [سورة الروم:2-3].

ترجمہ: رومی مغلوب ہوگئے نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔

چناں چہ جیسی خبر دی گئی ویسے ہی واقع بھی ہوا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَّقَدۡ صَدَقَ ٱللَّهُ رَسُولَهُ ٱلرُّءۡيَا بِٱلۡحَقِّۖ لَتَدۡخُلُنَّ ٱلۡمَسۡجِدَ ٱلۡحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ ءَامِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمۡ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَۖ فَعَلِمَ مَا لَمۡ تَعۡلَمُواْ فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتۡحًا قَرِيبًا ٢٧﴾ [سورة الفتح:27].

ترجمہ: یقینا اللہ تعالی نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقینا پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے چین کے ساتھ نڈر

---

(1) بصائر ذوی التمیز: (۱/۶۹)

(2) بصائر ذوی التمیز: (۱/۷۱)

ہو کر، وہ ان امور کو جانتا ہے جو تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ:

﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾ ﴾ [سورة الصف:9].

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے۔

اللہ بزرگ وبرتر نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو کر رہا اور اس دین کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ ﴾ ﴿ سَيُهْزَمُ ٱلْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ ٱلدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ ﴾ [سورة القمر:44-45].

ترجمہ: یا یہ کہتے ہیں کہ ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں۔ عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ دے کر بھاگے گی۔ چناں چہ غزوہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ ٱلدَّارُ ٱلْءَاخِرَةُ عِندَ ٱللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ ٱلنَّاسِ فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿٩٤﴾ ﴾ [سورة البقرة:94].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ آخرت کا گھر صرف تمہارے لئے ہی ہے اللہ کے نزدیک اور کسی کے لئے نہیں تو آؤ اپنی سچائی کے ثبوت میں موت طلب کرو۔

ان میں سے کسی نے بھی موت طلب نہ کی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو گیا اور ان پر آپ کی حجت قائم ہو گئی۔ الحمد للہ رب العالمین

تیسرا اعجاز: قرآن کے اندر ہلاک شدہ قوموں کی خبریں اور ان کے ایسے قصے موجود ہیں جن کا جاننا کسی انسان کے احاطۂ علم سے باہر ہے، ان میں سے بہت تھوڑی ہی خبریں اہل کتاب کے کچھ علماء کے پاس ہیں، یہ الگ بات ہے کہ وہ بھی تحریف شدہ، ناقص ہیں اور ان میں انبیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ کی

طرف بُرے اور شناعت والے کام منسوب کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ أَحۡسَنَ ٱلۡقَصَصِ بِمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ وَإِن كُنتَ مِن قَبۡلِهِۦ لَمِنَ ٱلۡغَٰفِلِينَ ﴿٣﴾ ﴾ [سورة يوسف:3].

ترجمہ: ہم آپ کے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی جانب یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا ہے اور یقینا آپ اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ ذَٰلِكَ مِنۡ أَنۢبَآءِ ٱلۡغَيۡبِ نُوحِيهِ إِلَيۡكَۖ وَمَا كُنتَ لَدَيۡهِمۡ إِذۡ أَجۡمَعُوٓاْ أَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُونَ ﴿١٠٢﴾ ﴾ [سورة يوسف:102].

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ لَقَدۡ كَانَ فِي قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٞ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِۗ مَا كَانَ حَدِيثٗا يُفۡتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصۡدِيقَ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيلَ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ ﴿١١١﴾ ﴾ [سورة يوسف:111].

ترجمہ: ان کے بیان میں عقل والوں کے لئے یقینا نصیحت اور عبرت ہے، یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں، کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لئے۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿ تِلۡكَ مِنۡ أَنۢبَآءِ ٱلۡغَيۡبِ نُوحِيهَآ إِلَيۡكَۖ مَا كُنتَ تَعۡلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِن قَبۡلِ هَٰذَاۖ فَٱصۡبِرۡۖ إِنَّ ٱلۡعَٰقِبَةَ لِلۡمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾ ﴾ [سورة هود:49].

ترجمہ: یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں انہیں اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم, اس لئے صبر کرتے رہئے، یقین مانئے کہ انجام کار پرہیز گاروں کے لئے ہی ہے۔

چوتھا اعجاز: دلوں میں چھپے ہوئے راز کی خبریں بھی قرآن میں دی گئی ہیں: جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے: ﴿إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَٱللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾﴾ [سورة آل عمران:122].

ترجمہ: جب تمہاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں، اللہ تعالی ان کا ولی اور مددگار رہے اور اس کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

نیز اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ ٱللَّهُ وَيَقُولُونَ فِىٓ أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا ٱللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿٨﴾﴾ [سورة المجادلة:8].

ترجمہ: اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالی نے نہیں کہا، اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا۔

اللہ تعالی کے اس فرمان میں بھی (اس کا نمونہ ہے) کہ: ﴿وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٩٥﴾﴾ [سورة البقرة:95].

ترجمہ: اپنی کرتوتوں کو دیکھ کبھی بھی موت نہیں مانگیں گے اور اللہ ظالموں سے خوب باخبر ہے۔

پانچواں اعجاز: قرآن کی تلاوت کے وقت دلوں کو جو ہیبت و خشیت حاصل ہوتی ہے اور اس کا جو اثر دلوں پر قائم ہوتا ہے، اسے بار بار پڑھنے اور دہرانے سے بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ صرف اسے سن کر دینِ اسلام میں داخل ہوگئے۔

اللہ برتر وبالا کا فرمان ہے:

﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُۥ خَٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ ٱللَّهِ ﴿٢١﴾﴾ [سورة الحشر:21].

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

نیز اللہ کا فرمان ہے: ﴿ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ ٱلۡحَدِيثِ كِتَٰبٗا مُّتَشَٰبِهٗا مَّثَانِيَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ﴿٢٣﴾﴾ [سورة الزمر: 23].

ترجمہ: اللہ تعالی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔

چھٹا اعجاز: قرآن کی لائی ہوئی شریعت اور احکام کا اعجاز جو کہ تمام نظام ہائے عالم اور قوانین پر فائق ہیں.

ساتواں اعجاز: اللہ تعالی کا اس کی حفاظت کرنا، کوئی بھی انسان اس کے اندر ادنی سی کمی بیشی نہیں کر سکتا، اگر کوئی مخلوق ایسا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کی یہ کوشش دنیا والوں کی نظروں کے سامنے کھل کر آجائے گی۔

آٹھواں اعجاز: قرآن کا سائنسی اعجاز، جو کہ قرآن کی دعوتِ فکر و تدبر اور اللہ کی تخلیق میں غور کرنے کی قرآنی تحریک سے ظاہر ہوتا ہے۔

﴿ قُلِ ٱنظُرُواْ مَاذَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَمَا تُغۡنِي ٱلۡأٓيَٰتُ وَٱلنُّذُرُ عَن قَوۡمٖ لَّا يُؤۡمِنُونَ ﴿١٠١﴾﴾ [سورة يونس: 101].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کیا کیا چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو نشانیاں اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔

نیز اللہ برتر و بالا فرماتا ہے: ﴿وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ ﴿٢١﴾﴾ [سورة الذاريات: 21].

ترجمہ: اور تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

موریس بوکائی کہتے ہیں: ان " نشانیوں " کی بعض خصوصی تفصیلات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، یہ وہ تفصیلات ہیں جنہیں صرف اصلی متن کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس بات سے بھی میں حیران ہوں کہ ان "نشانیوں" کے جو مفاہیم آج ہم جان رہے ہیں، ان سے قرآن بالکل ہم آہنگ ہے، جن

کے بارے میں کوئی بھی فکر اور رائے قائم کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی بھی انسان کے لئے ممکن نہ تھا..."[1]

وہ مزید کہتے ہیں کہ: عربی نصوص کا بہ غور مطالعہ کرنے کے بعد میں ایک فہرست بنانے میں کامیاب ہوا جس کو پورا کرنے کے بعد مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ قرآن میں کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں ہے جو دور جدید میں سائنسی ناحیئے سے تنقید کے قابل ہو"۔[2]

کچھ علماء[3] "الصرفۃ" (قرآنی آیات سے دوری اور ناواقفیت) کو بھی ایک قسم کا اعجاز شمار کرتے ہیں، جبکہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ لاعلمی اور ناواقفیت اعجاز نہیں ہے، جہاں تک اس کو اعجاز ماننے کی بات ہے تو بعض اہل کلام اس کے قائل رہے ہیں، جن کے بارے میں یہ قول زیادہ مشہور ہے ان میں معتزلہ کے ایک امام النظّام[4] بھی ہیں، جن کا ماننا ہے کہ: قرآن کا اسلوب وپیرایہ اور اس کے کلمات کی ترتیب کا حسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تو معجزہ ہے اور نہ ہی اس میں آپ کے دعوی نبوت کی صداقت کی کوئی دلیل ہے، اس میں صرف اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں غیب سے متعلق جن

---

(1) دراسۃ الکتب المقدسۃ في ضوء المعارف الحدیثۃ:144-145

(2) سابق مرجع:13

(3) جیسے کہ ابو القاسم التیمی نے اپنی کتاب "الحجۃ علی تارک المحجۃ"(۱/۳۵۰) میں, ابو الحسین الزیدی نے اپنی کتاب "اِثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم": ص۲۸ میں یہ لکھا ہے کہ: قرآنی چیلنج سے متعلق کوئی ایک ہی آیت ان کے کانوں پر بجلی گرانے کے لئے کافی ہے، بھلا یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ان تک یہ آیتیں پہنچی ہی نہیں یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے انہیں ان آیتوں کو سننے سے دور کر رکھا ہو، اگر ایسا درست ہے تو یہ دور رکھنا ہی اپنے آپ میں ایک بڑا معجزہ ہے" اسی طرح کی بات کرمانی نے بھی کہی ہے جیسا کہ امام سیوطی نے الاِتقان(۲/۲۶۳) میں نقل کیا ہے۔

(4) ابراھیم بن سیار بن ھانئ البصری، ابو اسحاق النظام، معتزلہ کا ایک امام ہے جسے علومِ فلسفہ میں مہارت اور فلسفیوں کی تالیف کردہ اکثر کتابوں کی جانکاری حاصل تھی، اس کے اپنے بھی کچھ خاص افکار وآراء ہیں جن کے بارے میں معتزلہ کا ایک فرقہ "النظامیۃ" اس کے ساتھ ہے، النظّام کی تردید میں مخصوص کتابیں لکھی گئیں جن میں اسے کافر اور گمراہ قرار دیا گیا..." اس کی وفات ۲۳۱ھ میں ہوئی، دیکھیں: زرکلی کی کتاب: الأعلام(۱/۴۳) اور دیکھیں: تاریخ بغداد:(۶/۹۷) اور بغدادی کی کتاب: الفرق بین الفرق: ۱۱۳

امور کی خبر دی گئی ہے وہ درست ہیں, رہی بات قرآن کے اسلوب اور آیتوں کے حسنِ ترتیب کی تو بندے بھی اس پر بلکہ اس سے بہتر اسلوب اور ترتیب پر بھی قدرت رکھتے ہیں.."۔[1]

اس کے قائلین میں ابو المعالی الجوینی[2]، بعض قدریہ اور ابن حزم الاندلسی بھی شامل ہیں۔

اس قول کا مطلب ہے فصاحت وبلاغت اور اسلوب وترتیب میں قرآن کا جو اعجاز ہے، اس کو بے معنی ثابت کرنا اور یہ گمان رکھنا کہ عرب اس جیسی مثال پیش کرنے سے اس لئے عاجز رہے کہ ان کی قدرتیں سلب کرلی گئیں اور انہیں اس معاملے سے پھیر دیا گیا، **اس رائے کے قائلین کے دو نظریات ہیں:**

پہلا نظریہ: عرب، کسی بیرونی سبب کی وجہ سے قرآن کی مخالفت سے عاجز رہے، ان کے اندر قرآن کی مخالفت کی صلاحیت ہی نہیں تھی، یہ النظّام کی رائے ہے۔

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے عرب سے ان کے علوم، فصاحت وبلاغت اور زبان وبیان کی صلاحیت سلب کرلی۔3

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بہ قول یہ سب سے کمزور اور فاسد رائے ہے[4]، **اس کے باطل وفاسد ہونے کا اندازہ آپ ان تین وجوہ کی روشنی میں لگاسکتے ہیں:**

ا-اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾ ﴾ [سورة الإسراء:88].

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

(1) الفرق بین الفرق:128, دیکھیں: الخیاط کی کتاب الانتصار:٦٨

(2) دیکھیں: العقیدۃ النظامیۃ:٧٣-٧٤ جس میں انہوں نے اس رائے کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

3 دیکھیں: ماوردی کی کتاب أعلام النبوۃ:٢٧، اور مصطفی مسلم کی کتاب: مباحث فی إعجاز القرآن:٥٧

(4) دیکھیں: الجواب الصحیح:(٧٥/٤)

اگر (قرآن کے ادراک سے) پھیر کر قرآن کا اعجاز ثابت ہو جاتا تو ان کے آپس میں مل (بیٹھ کر اس کی نظیر پیش کرنے کے اس چیلنج) کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، کیوں کہ ایسی صورت میں ان کا اجتماع مُردوں کے آپس میں ملنے کی طرح ہوتا، کیوں کہ ان سے مخالفت کی صلاحیت ہی سلب کر لی گئی ہوتی۔

۲- اس قول کو ثابت کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ قرآن میں اعجاز نہیں ہے، جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ (قرآن کی مخالفت سے عربوں کو) پھیر دئے جانے کی رائے ظاہر ہونے سے پہلے ہی قرآن کے اعجاز پر اجماع قائم ہو چکا تھا جیسا کہ امام سیوطی[1] اور قرطبی[2] رحمهما الله وغیرهم نے اس کو ذکر کیا ہے۔

۳- نیز اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جس زمانے میں چیلنج کیا گیا اس کے گزرنے کے ساتھ ہی قرآن کا اعجاز بھی ختم ہو گیا جو کہ اجماع کے خلاف ہے۔[3]

۴- یہ قول اگر درست ہوتا تو عربوں کے سابقہ اشعار میں قرآن کی مخالفت کے نمونے ضرور پائے جاتے، جب کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔[4]

۵- اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ قرآن کریم دیگر کلاموں ہی کی طرح ہے جس کا کوئی امتیاز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس کے مثل کلام پیش کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ اللہ عزیز و جلیل نے اس کی قدرت سے بندوں کو بے بہرہ کر دیا ہے۔

۶- اللہ صاحب عزت و جلالت نے قرآن کو ایسے اوصاف سے موصوف کیا ہے جن سے کسی دوسرے کلام کو متصف نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان:

﴿وَلَوْ أَنَّ قُرْءَانًا سُيِّرَتْ بِهِ ٱلْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ ٱلْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ ٱلْمَوْتَىٰ ۗ بَل لِّلَّهِ ٱلْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَاْيْـَٔسِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن لَّوْ يَشَآءُ ٱللَّهُ لَهَدَى ٱلنَّاسَ جَمِيعًا ۗ ﴿٣١﴾﴾ [سورة الرعد: 31].

---

(1) دیکھیں: الإتقان: (۲/۲۵۵-۲۵۶) اور الخصائص الکبری: (۱/۱۹۴)

(2) دیکھیں: الجامع لأحکام القرآن: (۱/۶۶)

(3) دیکھیں: الإتقان: (۲/۲۵۵-۲۵۶)

(4) دیکھیں: باقلانی کی کتاب إعجاز القرآن (۵۲-۵۳) اور (۱۷۵-۱۹۶) اور دیکھیں: لوامع الأنوار: (۱/۱۷۴)

ترجمہ: اگر بالفرض کسی قرآن (آسمانی کتاب) کے ذریعہ پہاڑ چلادیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کردی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں (پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے) بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دل جمعی نہیں کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے۔

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ ٱلۡحَدِيثِ كِتَٰبٗا مُّتَشَٰبِهٗا مَّثَانِيَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمۡ وَقُلُوبُهُمۡ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِۚ ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهۡدِي بِهِۦ مَن يَشَآءُۚ وَمَن يُضۡلِلِ ٱللَّهُ فَمَا لَهُۥ مِنۡ هَادٍ ٢٣﴾ [سورة الزمر: 23].

ترجمہ: اللہ تعالی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے جو آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالی کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالی کی ہدایت جس کے ذریعہ جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے اللہ تعالی ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

یہ اور ان جیسی دیگر آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن بہ ذات خود باعث اعجاز ہے۔

۷- ان کے اس قول کی بنیاد پر یہی بات درست لگتی ہے (جو کہ غلط ہے) کہ قرآن کریم فصاحت وبلاغت کے ادنی ترین مرتبہ میں ہے تاکہ اس کے ہم مثل پیش کرنے سے عاجزی کا چیلنج زیادہ بلیغ اور پرزور ثابت ہو۔

۸- یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ قرآن کی مخالفت کے اسباب موجود تھے، معارضہ کے لئے ہمتیں آمادہ تھیں، نیز ان کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سخت عداوت تھی اور قرآن نے انہیں کسی بھی ایک سورت کے ہم مثل پیش کرنے کا چیلنج کیا تھا، اگر ان کی صلاحیتیں اور علوم سلب کر لئے جاتے تو ان کے سامنے یہ چیز ظاہر ہو جاتی اور انہیں یہ دعوی کرنے کا جواز مل جاتا کہ یہ جادو ہے اور وہ یہ کہنے سے بالکل گریز نہ کرتے کہ ہمارے اندر اس کی صلاحیت تو تھی لیکن تم ہمارے اور ہماری صلاحیت کے درمیان اپنے جادو کے ذریعہ حائل ہوگئے۔

۹-اس قول کی اصلیت برہموں کے اقوال کی طرف لوٹتی ہے۔[1]

۱۰-(قرآن کی مخالفت سے عرب کو) پھیر دینے والی رائے سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ قرآن بہ ذات خود اعجاز ہے، جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ سابق انبیاء کے معجزات بہ ذات خود اعجاز ہوتے تھے، اسی لئے نہ تو کوئی اس کی مخالفت کر سکا اور نہ ہی اس کے مثل پیش کرنے میں کامیاب ہوا، ایسے میں کیا یہ بات معقول سمجھی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاوداں معجزہ آپ سے پہلے کے دیگر انبیاء کے معجزات سے کمتر ہو؟!

۱۱-یہ رائے بالکل اس رائے سے مشابہ ہے کہ "قرآن ایک اثر انگیز جادو ہے"، کیوں کہ دونوں قول کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن کا اعجاز قرآن سے باہر کی چیز ہے۔

---

(1) جیسا کہ شیخ محمد أبوزہرۃ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: اس سلسلے میں أبوالریحان البیرونی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہندستانیوں کے درمیان عقل سے متعلق جو مقولہ موجود ہے وہ قابل قبول ہو یا قابل حقارت، وہ یہ ہے: ان کے خواص یہ کہتے ہیں کہ وہ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ قرآن کے ہم مثل پیش کر سکیں لیکن قرآن کے احترام میں وہ ایسا اقدام کرنے سے باز رہتے ہیں"۔

اس کے بعد وہ مزید کہتے ہیں کہ: بیرونی نے اس ممانعت اور باز رہنے کی وجہ نہیں بیان کی کہ کیا وہ دینی ممانعت ہے جس کا انہیں آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کی وجہ سے حکم دیا گیا ہے یا یہ دنیوی ممانعت ہے جس کا معنی ہے کہ ان کی خیر سگالی نے انہیں دنیا کے تقاضوں کی رو سے قرآن کے ہم مثل پیش کرنے سے باز رکھا، بہ ظاہر دوسری وجہ ہی (درست لگتی ہے) کیوں کہ یہ جمہور علماء کے قول کے موافق ہے اور اس مشہور رائے سے بھی ہم آہنگ ہے کہ (قرآن کے ہم مثل پیش کرنے سے) پھیر دینے والی رائے ان (برہموں) کے (خیالات) کی وادی میں ہی جنم لی ہے۔

برہمنیت: ہندوستان کے پرانے ادیان کا ایک حصہ ہے، اس کے ماننے والے وحدۃ الوجود اور تناسخ کا عقیدہ رکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہی روح (انسان کے مرنے کے بعد دوسرے) جسموں میں لوٹ جاتی ہے، یہ لوگ گائے کو مقدس مانتے ہیں، اس کی قربانی کو اس اعتقاد کی وجہ سے حرام ٹھراتے ہیں کہ پاک باز روحیں گائے کے اندر حلول کر جاتی ہیں، وہ اژدھے اور گھڑیال کے تقدس کے بھی قائل ہیں، مردے کو جلانا ان کی (دینی و مذہبی) رسم ہے، ان کی مقدس کتابوں میں "وید"، "منافادار ماساسترا"، "مہابھارت"، "رامائن" اور "دبورانا" شامل ہیں، وید کے اندر صرف پہلی (پرانی) برہمنیت کو پیش کیا گیا ہے جب کہ "دبورانا" میں عقیدۂ تثلیث اور ویشنو کی الوہیت کے مخصوص عقیدوں سے مرکب برہمنیت کا ذکر آیا ہے۔

دیکھیں: دائرۃ معارف القرن العشرین: (۲/۱۹۵) اور اس کے بعد کے حصے۔

۱۲- یہ بات بہت سی روایتوں میں ثابت ہے کہ عرب، قرآن کی بلاغت اور خود قرآن کے اسلوب اور پیرائے سے متاثر ہوتے تھے، قرآن سنناہی ان میں سے بہت سے لوگوں کے لئے قبولیت اسلام کا سبب بنا جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وأرضاہ وغیرہ۔

۱۳- اگر یہ کہا جائے کہ: قرآن کی مخالفت سے کافروں کی عاجزی کسی ایسے سبب کی وجہ سے تھی جو ان کے حوصلے پست کر کے زبان وبیان کی صلاحیت میں آڑے آگیا تھا، تو(اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ) اگر ایسا ہوتا تو یہ بات ضرور منقول ہوتی اور مشرکین اس کا مظاہرہ اور یہ دعوی کئے ہوتے کہ یہ ایک ممکن چیز ہے، چناں چہ قرآن کی مخالفت اور اعتراض پر جب ان کا اجماع ثابت ہی نہیں ہے تو یہی اس رائے کے بے معنی اور باطل ہونے کی دلیل ہے۔

۱۴- اس رائے سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ جاہلیت میں عربوں کے اندر زبان وبیان کی جو صلاحیت تھی اس میں گراوٹ اور شعر ونثر کا جو معیار تھا اس میں کمی آگئی ہے، جو کہ درست نہیں ہے۔

۱۵- عربوں کی حیرت واستعجاب کا سبب بہ ذات خود قرآن ہے، اس لئے کہ قرآن مختلف قسم کے اعجاز پر مشتمل ہے، نہ کہ وہ اس لئے حیرت زدہ تھے کہ ان کے اندر مخالفت اور اعتراض کی صلاحیت ہی نہ تھی۔[1]

(عربوں کو قرآن کی مخالفت اور اعتراض سے) پھیر دینے کی رائے کے بے معنی اور غلط ثابت ہو جانے کے بعد ہم پھر قرآن کے اعجاز کے بارے میں بات کرتے ہیں، میری رائے ہے کہ: (مذکورہ) وجوہ اور اسباب کی روشنی میں قرآن کے اعجاز کے مختلف گوشے ظاہر ہو جاتے ہیں، یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ قرآن کا اعجاز کسی ایک قسم کے ذریعہ حاصل ہوا، دوسری قِسم کا اس میں کوئی دخل نہیں، اس لئے کہ

---

(1) دیکھیں: باقلانی کی کتاب: إعجاز القرآن(۵۳-۵۴)، الشفا(۱/ ۳۷۳-۳۸۰)، ماوردی کی کتاب أعلام النبوۃ: ۷۲ اور اس کے بعد، جرجانی کی کتاب الرسالۃ الشافیۃ فی وجوہ الإعجاز (۶۱۱-۶۱۶)، البدایۃ والنہایۃ(۶/ ۸۱)، الجواب الصحیح:(۵/ ۷۵)، الإتقان(۲/ ۲۵۵-۲۵۶)، الخصائص الکبری:(۱/ ۱۹۴)، لوامع الأنوار:(۱/ ۱۷۴)، رافعی کی کتاب إعجاز القرآن:(۵۳-۵۴، ۱۴۶ اور اس کے بعد)، محمد أبو زہرۃ کی کتاب المعجزۃ الکبری: ۷۹-۸۵، مناہل العرفان:(۲/ ۳۱۰-۳۱۲) اور (۱/ ۲۱۰-۲۱۶)، اظہار الحق:(۳/ ۷۹۸-۸۰۰)، اور مباحث فی علوم القرآن: ۵۷-۶۲

واضح چیلنج ہے کہ قرآن کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی[1] اور قرآن (اعجاز کے مذکورہ) تمام اقسام پر مشتمل ہے۔

امام زرکشی[2] رحمہ اللہ کہتے ہیں: محققین کا کہنا ہے کہ جتنے بھی (اعجاز کی قسموں کا ذکر آیا ہے) وہ سب باہم مل کر اعجاز پیدا کرتی ہیں نہ کہ ان میں سے ہر قسم انفرادی طور پر اعجاز پیدا کرتی ہے، اس لئے کہ اعجاز ان تمام قسموں کا مجموعہ ہے، بنابریں اعجاز کو انفرادی طور پر کسی ایک قسم کی طرف منسوب کرنے کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا جب کہ اعجاز ان تمام قسموں کو شامل ہے، بلکہ ان کے علاوہ اس کی اور بھی قسمیں ہیں جن کا ذکر نہیں ہوا ہے"[3]

(اعجازِ قرآنی کے) اتنے زیادہ اقسام ہیں کہ ان سے اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے کہ چیلنج صرف اسی کو کیا جاتا ہے جو اصابت رائے اور دانش مندی کے مقام پر فائز ہو، اس لئے کہ (اعجاز کی) ان مختلف قسموں کو عوام وخواص سب سمجھ سکتے ہیں۔[4]

(قرآن کی نظیر پیش کرنے سے) عاجز رہنے میں انسان اور جنات دونوں شامل ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ: جناتوں کی عاجزی کو ہم کیسے جان سکتے ہیں؟!

---

(1) شیخ محمد أبوزہرۃ نے ذکر کیا ہے کہ عربوں کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ قرآن کے اسلوبِ زبان وبیان کی نظیر پیش کریں!! چناں چہ وہ کہتے ہیں: "... لیکن ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عربوں کو یہ چیلنج دیا کہ وہ قرآن کے مثل پیش کریں خواہ گھڑ کر ہی کیوں نہ ہو، شروعات میں یہی چیلنج تھا کہ قرآن کے اسلوبِ زبان وبیان کی نظیر پیش کی جائے، یہی وہ چیز ہے جس نے ان کی توجہ اس جانب مبذول کر دی، شاید ان کا عقلی اور قانونی شعور یہاں تک نہیں پہنچ سکا تھا قرآنی احکام میں سماج ومعاشرہ کی جو بہترین تنظیم پیش کی گئی ہے، اس کو وہ سمجھ سکیں..." المعجزۃ الکبری: ۹۴-۹۵، ان کی یہ بات ان کے خلاف ہی دلیل فراہم کر رہی ہے، بلکہ وہ قرآن کی آیت ("فلیأتوا بحدیث مثلہ" یعنی کہ وہ اس کی طرح ایک بات ہی لے آئیں) کے مخالف بھی ہے، اس لئے کہ یہ آیت پورے قرآن کو شامل ہے۔

(2) بدر الدین أبو عبد اللہ محمد بن بہادر بن عبد اللہ المصری الزرکشی شافعی امام وعلامہ اور مصنف ومحرر تھے، ان کی ولادت سنہ ۷۴۵ میں ہوئی، آپ فقیہ، اصولی، اور فاضل ادیب تھے، آپ کی وفات مصر میں سنہ ۷۹۴ میں ہوئی۔ شذرات الذہب (۶/ ۳۳۵) اور دیکھیں: الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ (۳/ ۳۹۷-۳۹۸)

(3) البرہان فی علوم القرآن: (۲/ ۱۰۶)

(4) دیکھیں: قرطبی کی کتاب الإعلام (۳/ ۳۲۶)

تو اس کا جواب مختلف طریقے سے دیا جائے گا:

یہ کہ: اللہ تعالی نے جنات اور انسان دونوں کا باہم مل کر اتحادی صورت میں (قرآن کی نظیر پیش کرنے سے) عاجز رہنے کی خبر دی ہے جس سے ان کے الگ الگ افتراقی صورت میں (اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز رہنا) بہ درجۂ اولی ثابت ہوتا ہے۔

یہ کہ: جناتوں کے کچھ اشعار روایت کئے جاتے ہیں اور وہ محفوظ بھی ہیں، ان اشعار کا معیار انسانوں کے معیارِ شعر و سخن سے اعلی نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات انسانی معیار سے بھی پست اور کمزور ہے۔

یہ کہ: اللہ نے اس آیت میں یہ ذکر کیا ہے کہ کس طرح جنوں نے قرآن سن کر تعجب کا اظہار کیا: ﴿وَإِذۡ صَرَفۡنَآ إِلَيۡكَ نَفَرٗا مِّنَ ٱلۡجِنِّ يَسۡتَمِعُونَ ٱلۡقُرۡءَانَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓاْ أَنصِتُواْۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوۡاْ إِلَىٰ قَوۡمِهِم مُّنذِرِينَ ۝٢٩﴾ [سورة الأحقاف: 29].

ترجمہ: اور یاد کر! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو خبر دار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔

نیز اس آیت میں بھی اس کا ذکر فرمایا: ﴿قُلۡ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ ٱسۡتَمَعَ نَفَرٞ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَقَالُوٓاْ إِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡءَانًا عَجَبٗا ۝١﴾ [سورة الجن: 1].

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔

مذکورہ توجیہات کی رو سے ان کی عاجزی بالکل ظاہر ہو جاتی ہے۔[1]

قرآن کے علاوہ آپ کو (نبوت ورسالت) کی جو نشانیاں اور واضح دلائل دئے گئے وہ بہت زیادہ ہیں، جنہیں بہت سی کتابوں میں مستقل طور پر ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں: چاند کے دو ٹکڑے ہونا،

---

(1) دیکھیں: باقلانی کی کتاب: اعجاز القرآن: ۶۵، المنہاج فی شعب الإیمان: (۱/ ۳۸۳) اور دیکھیں: البرھان فی علوم القرآن: (۲/ ۱۱۱)

کم کھانے کا زیادہ کر دینا، درخت کا آپ کی بات ماننا اور آپ کی نبوت کی شہادت دینا، تنہ کا آپ کا مشتاق ہونا، آپ کی مبارک ہتھیلی میں کنکڑیوں کا تسبیح پڑھنا، بہت سے مقامات پر آپ کی دعا کا (فوراً) قبول ہونا، چوپائے اور درندوں کا آپ سے ہم کلام ہونا، ان کا آپ کے سامنے سرنگوں ہونا، شجر وحجر کا آپ سے سلام کرنا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے فوارے پھوٹنا، بدر کے دن آپ کے ساتھ فرشتوں کا شریک جنگ ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے لئے جو کرامتیں واقع ہوئیں وہ سب آپ کی نبوت کی دلیلیں ہیں، ان سب کے علاوہ بھی بہت سے دلائل، احادیث اور آثار ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کیا جارہا ہے۔[1]

کچھ متاخرین کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ وہ ان معجزات کا انکار کرتے اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ خاص طور پر قرآن ہی میں ہے، یہ انسان کو سنت کے انکار اور حدیث پر نقد واعتراض تک لے جانے والی رائے ہے، یہ شریعت کے احکام اور احکام کی تفصیلات کی نکیر تک لے جانے والی راہ ہے، اس لئے کہ جن کی روایت سے یہ معجزات ہم تک پہنچے ہیں انہوں نے ہی ہم سے یہ احکام بھی روایت کیا ہے، بہ طور خاص ایسی صورت میں جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ جلیل القدر علماء نے نصوص کی چھان بین، تحقیق وتدقیق اور سندوں پر حکم لگانے میں کس قدر بالغ نظری سے کام لیا ہے، بہت سی احادیث تو ایسی بھی ہیں جو تواتر سند سے منقول ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے بہت سے علماء نے ان پر متواتر کا حکم لگایا ہے، چناں چہ آپ کہتے ہیں: ان احادیث میں کچھ متواتر احادیث ہیں جنہیں عوام وخواص سب جانتے ہیں جیسے کہ آپ کی انگلیوں سے فوارے پھوٹنا، کھانے کو زیادہ کر دینا، تنہ کا آپ کے لئے اشتیاق ظاہر کرنا اور ان جیسی دوسری احادیث، یقیناً یہ ساری احادیث متواتر روایتوں سے ثابت ہیں، مشہور ہیں اور نسل در نسل امت کے درمیان نقل ہوتی آرہی ہیں، ہر آنے والی نسل نے

---

(1) دیکھیں: فریابی کی کتاب: دلائل النبوة، ابونعیم الاصبہانی کی کتاب: دلائل النبوة، بیہقی کی کتاب: دلائل النبوة، قاضی عیاض کی کتاب: الشفا، ابن الجوزی کی کتاب: الوفا، ابن کثیر کی کتاب: الشمائل، سیوطی کی کتاب: الخصائص الکبری اور مقبل الوداعی کی کتاب الصحیح المسند من دلائل النبوة۔

اپنے سلف سے انہیں روایت کیا ہے، کوئی بھی ایسا طبقہ نہیں جس کے درمیان یہ روایتیں منقول، مشہور اور منتشر نہ رہی ہوں"[1]

ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ان احادیث پر متواتر ہونے کا حکم لگایا ہے، چناں چہ وہ کہتے ہیں: " ان سب کے مجموعہ سے حاتم کی سخاوت اور حضرت علی کی شجاعت کی طرح یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بہت سی خلافِ عادت چیزیں (معجزے) واقع ہوئیں، اگرچہ یہ روایتیں انفرادی طور پر ظنی ہیں اور آحاد کے ذریعہ وارد ہوئی ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزے ایسے بھی ہیں جو مشہور و منتشر ہیں اور انہیں راویوں کی ایک کثیر تعداد نے روایت کیا ہے، آثار سے آشنائی اور اخبار وسیر کی جانکاری رکھنے والے بہت سے اہل علم نے ان روایتوں کو قطعی کہا ہے ...اگر کوئی یہ بھی دعوی کرے کہ اس طرح کے زیادہ تر واقعات سے نظری طور پر قطعیت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، تو یہ کہنا بھی کوئی بعید نہیں ہو گا.."۔[2]

---

(1) الجواب الصحیح:(۴/۲۲۷)

(2) فتح الباری:(۶/۶۷۳-۶۷۴)،ان کے اوپر مکمل رد کے لئے دیکھیں شیخ مصطفی حبری کی کتاب:القول الفصل بین الذین یؤمنون بالغیب والذین لایؤمنون"

(آپ کی نبوت کی) دوسری نمایاں دلیل: بعثت سے پہلے اور اس کے بعد جو آپ کے احوال اور صفات تھے , ان میں غور وفکر کرکے آپ کی نبوت کو ثابت کرنا:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (15)﴾ ﴿قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (16)﴾ ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ (17)﴾ [سورة يونس:15-17].

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو وہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لایئے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں کہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

آپ یوں کہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالی تم کو اس کی اطلاع دیتا کیوں کہ میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟۔

ان آیتوں میں نبوت کو مختلف طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے:

پہلا طریقہ: آپ ایسی واضح نشانیوں اور نیّر وتاباں علامتوں کے ساتھ تشریف لائے کہ کوئی سرکش ومعاند ہی ان کے اندر شک کر سکتا ہے۔

دوسرا طریقہ: یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے، جس کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور آپ ایسے راست گو اور امانت دار تھے کہ جھوٹ سے آپ کا کوئی سروکار نہیں تھا، آپ کو صرف صادق کے لقب سے پکارا جاتا تھا، بھلا آپ کو یہ زیب دیتا کہ آپ اللہ پر جھوٹ گھڑیں۔

۲- اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے ہوتا تو آپ کے لئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ آپ اسے اپنی طرف منسوب کرتے۔

تیسرا طریقہ: آپ کی نشو و نما ان پڑھ معاشرے میں ہوئی، آپ خود بھی امّی تھے، نہ تو آپ کو لکھنا آتا تھا نہ پڑھنا، چالیس سالوں تک آپ یوں ہی رہے، پھر آپ اس وحی اور علم کے ساتھ نمودار ہوئے جس سے قطعی طور پر آپ کی نبوت کی حقانیت اور آپ کی راست گوئی ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا طریقہ: یہ تمام اہل مکہ جانتے تھے کہ بعثت سے قبل آپ نہ توکسی طرح کا علم حاصل کرتے تھے اور نہ ہی کسی صاحب علم کے پاس آپ کا آنا جانا ہوتا تھا، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ قُل لَّوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوۡتُهُۥ عَلَيۡكُمۡ وَلَآ أَدۡرَىٰكُم بِهِۦۖ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيكُمۡ عُمُرٗا مِّن قَبۡلِهِۦٓۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ١٦ ﴾ [سورة يونس: ١٦].

ترجمہ:

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالی تم کو اس کی اطلاع دیتا کیوں کہ میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

پانچواں طریقہ: دعوت الہی کو پہنچانے کی راہ میں آپ نے بہت سی پریشانیوں اور آزمائشوں کو برداشت کیا، ان سب سے آپ کے منہج میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور آپ ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ اللہ نے دین اسلام کو غلبہ عطا کیا، اگر آپ جھوٹے ہوتے تو آپ کی ناکامی اور رسوائی ظاہر ہو جاتی۔

چھٹا طریقہ: بعثت سے قبل بھی آپ کے صفات اور اخلاق مشہور تھے، کبھی آپ سے فحش بات نہیں نکلی، بلکہ آپ امانت دار اور راست گو تھے، آپ کا معاملہ ان جادوگروں اور کاہنوں کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو بدترین سیرت و کردار اور گھٹیا اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔[1]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جاہلیت کے لوگ جن برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے، میں نے ان جیسی کسی برائی کا ارادہ تک نہیں کیا، سوائے دو مرتبہ کے، اور دونوں ہی دفعہ اللہ نے مجھے محفوظ رکھا:

ایک شب جب ہم اپنے خاندان کی بکریاں مکہ کے اونچے علاقے میں چرا رہے تھے، تو میں نے قریش کے ایک نوجوان سے کہا: میری بکریوں کی دیکھ ریکھ کر لینا تاکہ نوجوانوں کی طرح میں بھی آج رات قصہ گوئی میں شریک ہو سکوں، اس نے ہامی بھر دی اور میں نکل پڑا، جب مکہ کے قریب ترین گھر تک پہنچا تو گانے، دف اور بانسری کی آواز آنے لگی، میں نے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں کی شادی فلاں عورت سے ہو رہی ہے، قریش کا کوئی مرد قریش ہی کی کسی عورت سے شادی رچا رہا ہے، میں اس گانے اور ساز و آواز میں گم سا ہو گیا یہاں تک کہ مجھ پر نیند طاری ہو گئی، پھر سورج کی کرنوں کے لمس سے ہی میں بیدار ہوا، میں اپنے چرواہے دوست کے پاس لوٹ گیا، اس نے پوچھا: کیا کئے؟ میں نے اسے حالات سے آگاہ کر دیا، دوسری شب بھی میں نے وہی بات کہی اور وہ مان گیا، میں نکل گیا اور مجھے اسی طرح کی آواز سنائی پڑی، اور مجھے اس دفعہ بھی پہلے ہی کی طرح بتایا گیا کہ کسی کی شادی ہو رہی ہے، جو میں آواز سنا تھا اس میں گم ہو گیا تا آنکہ میری آنکھ لگ گئی اور سورج کی کرنوں کے لمس سے ہی بیدار ہو پایا، پھر اپنے دوست کے پاس واپس پہنچا، اس نے پوچھا کیا کئے؟ میں نے کہا کہ کچھ نہ کر سکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ کی قسم ان دو واقعات کے بعد میں نے جاہلیت میں کی جانے والی کسی بھی برائی کا ارادہ ہی نہیں کیا، اور پھر اللہ نے مجھے نبوت سے سرفراز کر دیا۔[2]

---

(1) دیکھیں: إیثار الحق علی الخلق: ۲۳۵-۲۴۱

(2) ابو نعیم نے اسے دلائل النبوۃ: (۱/۱۸۶) میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور بزار نے (مسند) میں روایت کیا ہے، اس کے روات ثقات ہیں۔ (۸/۲۲۶)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی ملاقات بلدح کے سطحی علاقے میں زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی، انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک دستر خوان پیش کیا جس میں گوشت تھا، آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: تم اپنے بتوں کے اوپر جو چڑھاوے چڑھاتے ہو میں اسے نہیں کھاتا، میں صرف وہی کھاتا ہوں جسے اللہ کے نام پر قربان کیا گیا ہو۔[1]

(1) اسے احمد نے روایت مسند میں روایت کیا ہے: (۷/۱۹۶-۱۹۷)، ط: دار الغرب، احمد شاکر نے اس کے اسناد کو صحیح کہا ہے (۷/۱۹۶) اور اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی)نبوت کی تیسری نمایاں دلیل:گزشتہ اقوام کی آپ نے جوخبریں دیں اور انبیاء کے جو قصے بیان فرمائے ، ان کے ذریعہ آپ کی نبوت کو ثابت کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ نُوحٍ إِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِۦ يَٰقَوۡمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكُم مَّقَامِي وَتَذۡكِيرِي بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلۡتُ فَأَجۡمِعُوٓاْ أَمۡرَكُمۡ وَشُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُنۡ أَمۡرُكُمۡ عَلَيۡكُمۡ غُمَّةً ثُمَّ ٱقۡضُوٓاْ إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٧١﴾﴾ [سورة يونس:71].

ترجمہ: اور آپ ان کو نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔ تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیئے۔ پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:﴿ ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۢ بَعۡدِهِۦ رُسُلًا إِلَىٰ قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَمَا كَانُواْ لِيُؤۡمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ بِهِۦ مِن قَبۡلُۚ كَذَٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ ٱلۡمُعۡتَدِينَ ﴿٧٤﴾﴾ [سورة يونس:74].

ترجمہ: پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے پس جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے دلوں پر بند لگا دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۢ بَعۡدِهِم مُّوسَىٰ وَهَٰرُونَ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَإِيْهِۦ بِـَٔايَٰتِنَا فَٱسۡتَكۡبَرُواْ وَكَانُواْ قَوۡمًا مُّجۡرِمِينَ ﴿٧٥﴾﴾ [سورة يونس:75].

ترجمہ: پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ مجرم تھے۔

ان کے علاوہ قرآن کے وہ قصے بھی ہیں جن میں اللہ نے انبیاء وغیرھم کے حالات اور خبریں بیان فرمائی ہے جیسے اصحاب کہف، مریم علیہا السلام، خضر علیہ السلام اور ان لوگوں کے حالات جو ہزاروں کی تعداد

میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے، اور ان کا قصہ بھی بیان کیا ہے جن کا گزر ایسی بستی سے ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی۔

اس کی وضاحت بھی آنے والی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصے کسی اہل کتاب سے نہیں حاصل کیا تھا، بلکہ ان کے پاس تو جو کچھ بھی ہے وہ تحریف شدہ ہے اور اس میں انبیاء کی طرف ایسے اعمال منسوب کر دئے گئے ہیں جو ان کے شایان شان نہیں بلکہ اللہ کے نبیوں پر محض بہتان بازیاں ہیں۔

بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ کی طرف سے تائید یافتہ نبی نہیں ہوتے تو کیا اس طرح کے قصے بیان کر سکتے تھے، جبکہ آپ اَن پڑھ انسان تھے جنہوں نے کبھی تعلیم حاصل نہ کی تھی؟!

(آپ صلی اللہ عیہ وسلم کی نبوت کی) چوتھی نمایاں دلیل: زمانئہ آغاز میں جنسِ انبیاء کی موجوگی کو ثابت کرکے آپ کی نبوت کو ثابت کرنا:

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾﴾ [سورة يونس:47].

ترجمہ: اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے، سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

نیز اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَآءُوهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَمَا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوا۟ بِمَا كَذَّبُوا۟ بِهِۦ مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٧٤﴾﴾ [سورة يونس:74].

ترجمہ: پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے پس جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالی اسی طرح حد سے بڑھنے والے کے دلوں پر بند لگا دیتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَٱنتَظِرُوٓا۟ إِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُنتَظِرِينَ ﴿١٠٢﴾﴾ ﴿ثُمَّ نُنَجِّى رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ۚ كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾﴾ [سورة يونس:١٠٢-١٠٣].

ترجمہ: سو وہ لوگ ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ پھر ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے، اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالی ایک دوسری سورت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيۡمَٰنَۚ وَءَاتَيۡنَا دَاوُۥدَ زَبُورٗا ١٦٣﴾ [سورة النساء:163].

ترجمہ: یقینا ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ہارون اور سلیمان کی طرف۔ اور ہم نے داود علیہم السلام کو زبور عطا فرمائی۔

نیز فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ فِي شِيَعِ ٱلۡأَوَّلِينَ ١٠﴾ [سورة الحجر:10].

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے اگلی امتوں میں بھی اپنے رسول برابر بھیجے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدۡ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبۡلِكَۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغۡفِرَةٖ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٖ ٤٣﴾ [سورة فصلت:43].

ترجمہ: آپ سے وہی کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے کے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے، یقینا آپ کا رب معافی والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

مزید اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ رَسُولٗا شَٰهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ رَسُولٗا ١٥﴾ ﴿فَعَصَىٰ فِرۡعَوۡنُ ٱلرَّسُولَ فَأَخَذۡنَٰهُ أَخۡذٗا وَبِيلٗا ١٦﴾ [سورة المزمل:16-15].

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا ہے جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ تو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت وبال کی پکڑ میں پکڑ لیا۔

ان انبیاء کے قصے مشہور اوران کے آثار اب تک باقی ہیں، بہت سے اہل کتاب ان انبیاء کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے۔

پہلی بات یہ کہ: تمام کے تمام رسول ایک ہی جنس سے ہیں۔

دوسری بات: جیسا کہ گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ سے پہلے (کے انبیاء کی نبوتوں)سے زیادہ واضح، روشن اور تاباں ہے۔

تیسری بات: آپ کی نبوت کے انکار سے آپ سے پہلے کے تمام انبیاء کا انکار لازم آتا ہے، کیوں کہ آپ کے توسط سے ہی ہمیں ان انبیاء کی معرفت حاصل ہوئی ہے۔

چوتھی بات: یہ معلوم سی بات ہے کہ بغیر کسی ساز باز کے انبیاء کی دعوت باہم متفق تھی، اسی لئے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہاوأرضاھا وحی کے نزول کے آغاز میں ورقہ بن نوفل[1] کے پاس آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ ان سے بیان کیں تو انہوں نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو اللہ نے موسی علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، کاش کہ میں نوجوان ہوتا، کاش کہ میں اس وقت باحیات رہوں جب تم کو تمہاری قوم نکال دے گی، رسول اللہ نے کہا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے ؟ انہوں نے کہا: ہاں، جو شخص بھی اس کی طرح کوئی ناموس لے کر آیا اس کے دشمن پیدا ہو گئے، اگر اس وقت میں زندہ رہا تو جم کر تمہاری مدد کروں گا۔ الحدیث[2]

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو آپ کی نبوت بھی ثابت ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ جب عرب کے مشرکوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیلیں واضح ہو گئیں تو وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

---

(1) ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی القرشی الاسدی، جاہلیت میں قریش کے حکیموں میں ان کا شمار ہوتا تھا، اسلام سے قبل ہی انہوں نے بت پرستی ترک کر دی اور ان کے ذبیحے کھانا چھوڑ کر نصرانیت اختیار کر لی تھی، ادیان سماویہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا، نبوت کا شروعاتی دور انہیں حاصل ہوا، دعوت کے زمانے میں وہ نہیں رہے، وہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد تھے، امام طبری، بغوی، ابن قانع اور ابن السکن وغیرہم نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے، دیکھیں: الإصابۃ: (۶/۳۱۷-۳۱۸) اور دیکھیں: الاعلام: (۸/۱۱۴-۱۱۵)

(2) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی) پانچویں نمایاں دلیل: آپ کی نبوت کے درست ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی بعثت اس زمانے میں ہوئی جب کہ لوگوں کو ایک رسول کی نہایت زیادہ ضرورت تھی:

اس وقت جاہلی معاشرے کا جو حال تھا، اس پر غور کرنے والا یقینی طور پر یہ جان جائے گا کہ لوگوں کو ایسے راہبر کی کس قدر شدید حاجت تھی جو ان کی راہنمائی کر سکے اور انہیں سیدھے راستے سے آگاہ فرمائے، اس وقت بتوں، پتھروں، آگ اور ستاروں کی عبادت کی جاتی تھی، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ ﴾ [سورة يونس:18].

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالی کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

اس کے علاوہ (بہت سی) اخلاقی گروائیں (معاشرے میں) پھیلی ہوئی تھیں، جیسے کہ زناکاری، بچیوں کو زندہ درگور کر دینا، اللہ کی حرام کردہ جان کو قتل کرنا، رشتے ناطے توڑنا اور سود... وغیرہ۔

(ایسے حالات میں) لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لئے آخری نبی تشریف لائے، اللہ تعال فرماتا ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾ ﴾ [سورة الجمعة:2].

ترجمہ: وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، یقینا یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

بندوں سے اللہ تعالی کی رحمت کا تقاضہ تھا کہ لوگوں کو بغیر دین ومذہب کے یوں ہی نہ چھوڑ دیا جائے، یہ اللہ تعالی کی رحمت تھی نہ کہ اللہ کے اوپر یہ واجب تھا جیسا کہ معتزلہ عقیدہ رکھتے ہیں۔[1]

---

(1) معتزلہ کا ماننا ہے کہ رسولوں –صلوات اللہ وسلامہ علیہم- کی بعثت اللہ پر واجب تھی جیسا کہ قاضی عبد الجبار نے شرح الأصول الخمسۃ میں ذکر کیا ہے: ہر عقلمند کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ اپنی ذات اور جان سے متعلق نقصاندہ چیز کو دور کرنا (اس کے اوپر واجب ہے)، یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ جو چیز کسی واجب چیز کا سبب بنے اور ناگوار چیز کو دور کرے، وہ بھی لامحالہ واجب ہے، جو واجب چیز سے دور کردے اور ناگوار چیز کا پیش خیمہ بنے، اگر یہ درست ہے تو یہ بھی لامحالہ قبیح اور ناگوار ہے، ہم اس کو درست سمجھتے تھے کہ: بعض کام ایسے ہیں جنہیں کرتے وقت ہم واجبات کی ادائیگی اور ناگوار چیزوں سے اجتناب سے قریب تر ہوتے ہیں، اور کچھ کام ایسے بھی ہیں جنہیں کرتے وقت ہماری حالت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے، قوتِ عقل میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے ذریعہ اس کو سمجھا جاسکے اور لطف ومہربانی اور اس کے متضاد کے درمیان فرق کیا جاسکے، ایسے میں ضروری تھا کہ اللہ تعالی ہمیں ان أفعال کے حالات سے آگاہ فرماتا تاکہ اللہ نے جس مقصد کے لئے ہمیں مکلف ٹھرایا ہے، اس میں کوئی نقص نہ رہ جائے، انہی منجملہ اسباب کی وجہ سے ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ: بعثت جب بہتر ہو تو واجب ہوتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ جب واجب نہ ہو تو لامحالہ بدتر ہوتی ہے، ص: ۵۶۴۔

یہ باطل عقیدہ ہے، اس لئے کہ کسی بھی چیز کو رب تعالی پر واجب ٹھرانا اس کی مشیئت اور قدرت کے منافی ہے، جبکہ وہی ہر چیز کا مالک ہے، ان کے اس عقیدے کی تردید جاننے کے لئے دیکھئے: المعتزلۃ واصولھم الخمسۃ وموقف أہل السنۃ منہا: ۲۰۵۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی) چھٹی نمایاں دلیل: سابقہ (آسمانی) کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت:

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾ فَإِن كُنتَ فِى شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾﴾ [سورة يونس: 93-94].

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا، یقینی بات ہے کہ آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کی پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلے کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے۔ آپ ہر گز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

سورۃ یونس کی ان آیات کریمہ میں اہل کتاب کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اہل کتاب اس حقیقت سے آگاہ ہیں اوران کے انصاف پسند لوگ اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اے محمد! اگر آپ کو اس کی حقانیت میں شک ہے جس کی ہم نے آپ کو خبر دی ہے اور جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے کہ آپ کی بعثت [1] سے پہلے بنی اسرائیل کو آپ کی نبوت کے بارے میں کوئی اختلاف

---

(1) جامع البیان:(١١/١٦٧)

نہیں تھا، اس لئے کہ وہ آپ کو اپنے پاس (اپنی کتابوں میں) لکھا ہوا پاتے ہیں اور آپ کو اس صفت کے ساتھ جانتے ہیں جس سے ان کی کتاب تورات اور انجیل میں آپ کو متصف کیا گیا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: اس کے اندر امت کی ثابت قدمی اور اس بات کی آگاہی ہے کہ ان کے نبی کا وصف ان سابقہ کتابوں میں بھی موجود ہے جو اہل کتاب کے پاس ہیں۔[1]

اہل کتاب کے نزدیک آپ کا ذکر موجود ہے، اس کی صراحت کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝١٥٧﴾ [سورة الأعراف:157].

ترجمہ: جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق ہے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

بہت سے راہب اور پوپ نے بھی اسلام قبول کیا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے درست ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ انہوں نے آپ کی صداقت اور آپ کے پیغام کی درستگی پر یقین لا کر (ہی اسلام کو اپنایا)۔

امام بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

---

(1) تفسیر ابن کثیر: (۵۲۹/۳)

عبد اللہ بن سلام کو نبی کے مدینہ آمد کی خبر ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: میں آپ سے تین سوالات کرنا چاہتا ہوں جن کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے، قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا کیا ہو گا؟ بچہ اپنے باپ کا رنگ کس طرح پکڑ تا ہے؟ اور بچہ اپنے ماموؤں کا رنگ کس طرح پکڑ تا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے: کچھ دیر قبل مجھے ان سب کی خبر دی ہے، راوی کہتے ہیں کہ: اس پر عبد اللہ نے کہا: یہ فرشتہ یہودیوں کا دشمن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: جہاں تک قیامت کی پہلی نشانی کی بات ہے تو وہ ایسی آگ ہو گی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف بھگا کر لے جائے گی، جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کا کلیجہ ہو گا، رہی بات بچہ کے مشابہت اختیار کرنے کی تو مرد جب عورت سے ملتا ہے تو اگر مرد کا پانی (منی) عورت پر سبقت لے جائے تو بچہ مرد کا رنگ پکڑ تا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد پر سبقت لے جاتا ہے تو بچہ عورت کی مشابہت اختیار کرتا ہے"۔

یہ سن کر عبد اللہ بن سلام بول پڑے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یقیناً یہود ایک بہتان تراش قوم ہے، اگر انہیں آپ کے دریافت کرنے سے پہلے میرے اسلام لانے کی خبر ملی تو آپ کے پاس مجھ پر بہتان تھوپینگے، ایسے میں یہودی آگئے اور عبد اللہ بن سلام گھر کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے، اللہ کے رسول نے عرض کیا: عبد اللہ بن سلام کی تمہارے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ علم والے کے بیٹے ہیں، ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں، آپ نے عرض کیا: اگر عبد اللہ اسلام لے آئے تو تمہاری کیا رائے ہو گی؟ انہوں نے کہا: اللہ انہیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے، ایسے میں عبد اللہ باہر آئے اور بول پڑے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، یہودی کہنے لگے: تو ہم میں سب سے بدتر اور بدترین کے بیٹے ہو، یہ کہ کر ان پر ٹوٹ پڑے۔[1]

(1) اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں باب: اللہ تعالی کا فرمان: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ ۝٣٠﴾ [سورة البقرة:30]. کے تحت ذکر کیا ہے، حدیث نمبر: ٣١٥١(٣/١٢١١-١٢١٢)، اسے کتاب فضائل الصحابہ میں بھی باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ إلى المدينة کے تحت قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، حدیث نمبر: ٣٦٩٩(٣/١٤٢٣-

جو لوگ ان روایتوں کے منکر ہیں اور انہیں درست نہیں مانتے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ میں اس حقیقت کو ان کتابوں کی روشنی میں واضح کروں، کیوں کہ یہودیوں کے اپنی کتاب میں تحریف کرنے اور اس کے اندر موجود حق کو چھپانے (کی لاکھ کوششوں) کے باوجود بھی ان کی کتابوں کے اندر آپ کی نبوت کی بشارت کے بہت سے واضح دلائل موجود ہیں، ان کے اسلام لانے والے علماء کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کیوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وصف اور صریح نام کے ساتھ جانا، جو کہ اِس وقت ان کی موجودہ کتابوں میں نہیں پائے جاتے ہیں-

ابو نعیم [1] نے اپنی کتاب الدلائل میں لکھا ہے کہ: آپ کی صفات اور اوصاف آسمانی کتابوں کے اندر موجود اور اہل کتاب کے پوپ، پادری اور راہبوں کے درمیان معروف ومشہور ہیں، اہل کتاب آپ کی رسالت اور بعثت کے تعلق سے یقینی علم کو مرجع مانتے تھے جیسا کہ انبیاء کی وہ بشارت جو انہوں نے آپ کی بعثت ورسالت کے متعلق دی تھی، اور اپنی قوموں کو یہ وصیت فرمائی کہ اگر آپ کا دور انہیں مل جائے تو وہ آپ کی تصدیق کریں، نیز ان کے پاس جو کتابیں ہیں اور ان کے پروجوں سے تواتر کے ساتھ جو پرانے عہد نامے منقول ہیں (یہ سب آپ کی رسالت وبعثت سے متعلق یہودیوں کے یقینی مراجع کی حیثیت رکھتے ہیں)۔ [2]

۱۴۲۴)، اسی کتاب میں باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت بھی تقریبا انہی الفاظ میں ذکر کیا ہے، حدیث نمبر: ۳۷۲۳: ۳ (۳/۲۳/۱۴۲۳)، نیز اسے بیہقی نے بھی الدلائل (۲/۵۲۶-۵۲۷) میں ذکر کیا ہے۔

(1) احمد بن عبد اللہ بن احمد الحافظ ابو نعیم الاصبہانی، ایک بڑی شخصیت ہیں، وہ صدوق ہیں لیکن ان کے بارے میں بلا دلیل کے کچھ لوگوں نے کلام کیا ہے، ان کی پیدائش اور وفات اصبہان میں ہوئی، ان کی تصانیف میں حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء قابل ذکر ہے، ان کی وفات سنہ ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ دیکھیں: میزان الاعتدال: (۱/۱۱۱) اور الأعلام: (۱/۱۵۷)

(2) دلائل النبوۃ: (۱/۸۹)

وہ دلائل جن سے یہود ونصاری کی کتابوں میں آپ کا ذکر آنے کاثبوت ملتا ہے ،وہ یہ ہیں:

۱-عیسی ، اشعیاء اور دانیال وغیرہ جیسے بنی اسرائیل کے بہت سے نبیوں نے چھوٹے چھوٹے حادثات کی خبر دی ، جیسے سرزمین آدوم (جنوبی فلسطین کا علاقہ) ، شہر نینوی (عراق کے ایک علاقے کا نام) اور بخت نصر وغیرہ کے واقعات ، جب انہوں نے اس طرح کے چھوٹے چھوٹے حوادث کا ذکر فرمایا، توکیا یہ عقل سے لگتی ہوئی بات ہے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہو گا ، جب کہ آپ وہ عظیم نبی ہیں جن کے ذریعہ اللہ نے ایسی قوموں کو زندگی عطا کی جو گمشدہ چوپایوں کی طرح تھے اور (آپ کی رہبری کے فیض سے) راہبر اور راہنما بن گئے۔

۲-اہل کتاب جب کسی متن کا ترجمہ کرتے ہیں تو نام تک کا ترجمہ کر بیٹھتے ہیں ، اور نام کی جگہ اس کا ترجمہ ہی ڈال دیتے ہیں ، جس سے بہت زیادہ شبہ واقع ہوتا ہے ، ان کی کتابوں میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ، [1] ایسا ہی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کیا۔

۳-ان کے زیادہ تر عقائد بولس نصرانی سے ماخوذ ہیں ، وہ اپنے اقوال کے اندر اسی پر اعتماد کرتے اور اسے (عیسی علیہ السلام) کے انصار میں شمار کرتے ہیں ، جب کہ وہ مسلمانوں کے نزدیک ایک دھوکہ باز اور فریبی انسان ہے جس نے اللہ کے دین کو بدل ڈالا اور تثلیث (تین خداؤں کی عبادت) کی طرف لوگوں کو بلایا، اس کے اقوال ہمارے یہاں مردود ہیں۔[2]

ان کی کتابوں میں (اس تعلق سے) جو نصوص وارد ہوئے ہیں ، وہ درج ذیل ہیں:

پہلا نص: یہودیوں کے نزدیک سفر التثنیہ (استثناء) ، باب نمبر ۳۳ میں وارد ہوا ہے:

---

(1) ان مثالوں کو رحمت اللہ الہندی نے اپنی کتاب إظہار الحق (۴/۱۰۹۷-۱۱۰۸) میں ذکر کیا ہے۔

(2) دیکھیں: إظہار الحق: (۴/۱۰۰۰-۱۱۱۵)

(۲-رب طور سیناء سے نمودار ہوا، ساعیر -فلسطین کا پہاڑی علاقہ - سے روشن ہوا، اور فاران کی پہاڑی - مکہ - سے جگمگایا اور مقدس ہستیوں -صحابہ - کے ایک جم غفیر میں تشریف لایا جب کہ ان کے داہنے آگ والی شریعت تھی)۔[1]

اللہ کے طور سیناء سے نمودار ہونے کا مطلب ہے موسی علیہ السلام پر طور سیناء سے توراۃ نازل کرنا، اسی طرح ضروری ہے کہ ساعیر سے اس کے روشن ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے عیسی علیہ السلام پر انجیل نازل فرمایا۔

مسیح علیہ السلام ساعیر کے رہنے والے تھے جو ابراہیم خلیل کی سرزمین ہے جو کہ "الناصرة" نامی گاؤں میں واقع تھی اور اسی کے نام پر آپ کے متبعین نصاری کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔[2]

رہی بات فاران کی چوٹی سے ان کے ظہور ہونے کی تو اس کا مطلب ہے فاران کی چوٹیوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نازل فرمانا، جو کہ مکہ ہے، اور بغیر کسی اختلاف کے مسلمانوں اور اہل کتاب کا یہی عقیدہ بھی ہے۔[3]

اس کا ثبوت اس نص سے بھی فراہم ہوتا ہے کہ سفر تکوین (پیدائش) باب نمبر ۲۱ میں اسماعیل علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں وارد ہوا ہے کہ:

(۲۰-اللہ اس بچہ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ وہ بچہ بڑا ہو گیا اور ریگستان میں رہنے لگا، اور تیر بازی کرتے ہوئے بڑا ہوا۔

۲۱-فاران کے ریگستان میں اس کی سکونت تھی، اور اس کی ماں اس کے لئے مصر سے بیوی لائی تھی۔)

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ اسماعیل علیہ السلام مکہ ہی میں نشو ونما پائے، یہ ایک واضح دلیل ہے جسے اہل کتاب رد نہیں کرسکتے۔

---

(1) سفر استثناء: باب نمبر ۳۳، فقرہ نمبر ۲

(2) الجواب الصحیح (۳۰۰/۲)، نیز دیکھیں: نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتاب المقدس: ۶۲-۶۳

(3) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۳۰۰/۲)

استعلاء کے معنی ہوتے ہیں غالب ہونے کے، ارتفاع، علا یعلو علوا سے ماخوذ ہے۔[1] اللہ صاحب عزت وجلال نے دین اسلام کو غلبہ عطا کیا، اپنے نبی کو ایسی بلندی اور رفعت عطا کی کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو وہ رفعت وبلندی نہیں ملی۔

اس بنیاد پر (ہم یہ کہہ سکتے ہیں) کہ فاران کی پہاڑی سے نمودار اور جلوہ گر ہونے سے مراد ہے مکہ میں فاران پہاڑی کے درمیان اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کسی نبی کا ظہور پذیر ہونا، جس میں (دراصل) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت پنہاں ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: استعلی سے مراد یہ ہے کہ فاران کی پہاڑیوں سے آپ کی بات بلند ہوگی، جب کہ فاران بغیر کسی اختلاف کے حجاز کے پہاڑ ہیں، اور ایسا صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان رسالت مآب سے ہی واقع ہوا۔

اللہ تعالی نے ان تین مقامات کا ذکر کیا تو محل وقوع کی ترتیب کو ملحوظ رکھا...جب ان تین جگہوں کا ذکر کیا توسب سے پہلے فاضل کا ذکر کیا، پھر اس سے افضل کا اور اخیر میں سب سے افضل کا، اللہ کا فرمان ہے: "والتین والزیتون" (التین: ۱) اس سے مراد بیت المقدس کی وہ جگہ ہے جہاں عیسی علیہ السلام تھے، "وطور سینین" اس مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ موسی علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے، "وھذا البلد الأمین" یہ وہ شہر ہے جہاں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔[2]

دوسرا نص: سرف التثنیہ (استثناء) باب نمبر ۱۸ میں ہے:

(۱۷-رب نے مجھ سے کہا: انہوں نے اچھی باتیں کیں۔ ۱۸- میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں کے درمیان سے تمہاری طرح نبی کھڑا کروں گا جس کے منہ میں اپنا کلام رکھوں گا اور وہ میری تمام وصیتیں ان کو پہنچائے گا۔ ۱۹- پھر ایسا ہو گا کہ جو شخص میری اس بات کو نہیں مانے گا جو وہ میرے نام سے اس تک پہنچائے گا تو پھر میں اس سے مطالبہ کروں گا (کہ میری بات مانے)۔ ۲۰-وہ نبی جو سرکشی کرے گا

---

(1) دیکھیں: الصحاح (۶/۲۴۳۴-۲۴۳۹)

(2) شمائل الرسول: ۳۴۷، دیکھیں: جامع البیان: (۳۰/۲۳۸ اور اس کے بعد) اور دیکھیں: تفسیر ابن کثیر: (۷/۳۲۳-۳۲۴)

اور میرے نام سے ایسی بات کرے گا جس کی وصیت میں نے نہیں کی ہو گی، یا وہ دوسرے معبودوں کے نام سے باتیں کرے گا، تو ایسا نبی فوت ہو جائے گا۔ ۲۱- اگر تمہارا دل یہ کہتا ہے کہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ یہ بات اللہ نے نہیں کہی ہے۔ ۲۲- تو جو بات نبی اپنے رب کے نام سے بولے اور وہ وقوع پزیر نہ ہو، تو ایسی بات رب نہیں کہتا، بلکہ نبی نے اپنی سرکشی میں ایسی بات کی، تو تم اس سے مت خوف کھاؤ۔)[1]

یہ متن اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنے والے نبی موسی علیہ السلام کی طرح ہوں گے اور بنی اسرائیل میں موسی علیہ السلام کی طرح کوئی نبی نہیں آئے۔[2]

اس کی دلیل سفر استثناء، باب نمبر ۳۴ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: "۱۰- پھر اس کے بعد بنی اسرائیل میں موسی جیسا نبی کبھی نہیں اٹھا جس سے رب روبرو بات کرتا تھا۔ ۱۱- کسی اور نبی نے ایسے الہی نشان اور معجزے نہیں کئے جیسے موسی نے فرعون بادشاہ، اس کے ملازموں اور پورے ملک کے سامنے کئے جب رب نے اسے مصر بھیجا۔ ۱۲- کسی اور نبی نے اس قسم کا بڑا اختیار نہ دکھایا اور نہ ایسے عظیم اور ہیبتناک کام کئے جیسے موسی نے اسرائیلیوں کے ساتھ کئے۔"[3]

ان دلائل کی روشنی میں یہ رائے باطل ہو جاتی ہے کہ:

(باب نمبر ۱۸ سے) مراد یوشع علیہ السلام یا عیسی علیہ السلام کی بشارت ہے۔

مذکورہ متن کے اندر جو دوسری دلیل ہے وہ ہے "مثلک" یعنی (اے موسی! تمہاری طرح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسی علیہ السلام کے درمیان مختلف ناحئے سے مشابہت اور ہم سری پائی جاتی ہے، جو کہ یہ ہیں:

۱- دونوں اللہ کے بندے اور رسول تھے، دونوں ایسی شریعت کے حامل تھے جو احکام اور قوانین پر مشتمل ہے، دونوں کے پاس والدین، بیویاں اور اولاد تھیں... اور دونوں کو جہاد کا حکم دیا گیا تھا۔[4]

---

(1) سفر استثناء، باب نمبر ۱۸، فقرہ ۱۷-۲۲

(2) نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتاب المقدس: ۵۰

(3) سفر استثناء، باب نمبر ۳۴، فقرہ: ۱۰-۱۲

(4) دیکھیں: اظہار الحق: ۴/ ۱۱۲۲-۱۱۲۳، احمد دیدات کی کتاب: ماذا یقول الکتاب المقدس عن محمد: ۱۸-۲۹

۲- دونوں کو خیرہ کن معجزے دئے گئے، کافر سرکشوں نے انہیں چیلنج کیا، پھر بھی اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انہیں کافر قوم سے نجات دلایا۔

۳- دونوں کے دشمنوں نے ان سے جنگ کیا لیکن اللہ نے انہیں دشمنوں سے نجات عطا کی۔

نص کے اندر ایک تیسری دلیل ان کا یہ قول ہے: " ان کے بھائیوں میں سے " بنی اسرائیل کے بھائی اسماعیل علیہ السلام کے اولاد ہیں، یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ اس سے مراد خود بنی اسرائیل ہیں اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو "من وسط إخوتهم" کے بجائے "من أنفسهم" فرماتے۔[1]

چوتھی دلیل ان کا یہ قول ہے: " میں اپنی بات انکے منہ میں ڈالوں گا تاکہ وہ میری ہر وصیت ان تک پہنچا دے " یہ نزول قرآن کی دلیل ہے، جو کہ اللہ کا کلام ہے، جسے اللہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، آپ نے اسے ہو بہو پوری طرح (امت تک) پہنچا دیا اور کچھ بھی پوشیدہ نہیں رکھا، اس سے یہودیوں کی اس رائے کا بطلان ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد یوشع علیہ السلام کی بشارت ہے، اس لئے کہ ان کو مستقل شریعت نہیں دی گئی، بلکہ آپ موسی علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے۔

پانچویں دلیل یہ قول ہے کہ: " رہی بات ایسے نبی کی جو سرکشی کرکے میرے نام سے ایسی بات کہے جسے کہنے کی میں نے وصیت نہیں کی ہو یا دوسرے معبودوں کے نام سے بات کرے تو ایسا نبی فوت ہو جائے گا.. " اس کے اندر نبوت کا دعوی کرکے اللہ کے اوپر جھوٹ گھڑنے والے کا انجام بتایا گیا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، نیز اس کے اندر جھوٹے اور سچے نبی کا فرق بھی بتایا گیا ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نہیں ہوتے تو کیا آپ کا دین باقی رہتا اور اسے تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہو پاتا، آپ کی راست گوئی کو جان کر بہت سے یہودی علماء نے اسلام قبول کر لیا جب کہ (ان میں سے) کچھ سرکشی اور حسد کی بنیاد پر (اسلام سے) روگرداں رہے۔[2]

تیسرا نص: زبور نمبر 45 میں ہے کہ:

---

(1) دیکھیں: الوفاء بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، اور قرطبی کی کتاب الإعلام (۳/ ۲۶۴) اور اظہار الحق: (۴/ ۱۱۱۸-۱۱۲۰)

(2) دیکھیں: اظہار الحق: (۴/ ۱۱۲۴-۱۱۲۵)

"۱-میرے دل سے خوبصورت گیت چھلک رہا ہے، میں اسے بادشاہ کو پیش کروں گا۔ میری زبان ماہر کاتب کے قلم کی مانند ہے، ۲-تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے، میری نعمت تمہارے لبوں پر برس پڑے کہ تم کو ہمیشہ کے لئے اللہ نے بابرکت بنا دیا۔ ۳- اے پہلوان تو جاہ وجلال سے اپنی تلوار حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ ۴-سچائی، انکساری اور اس کی خاطر لڑنے کے لئے آنکل، ترا داہنا ہاتھ تجھے حیرت انگیز اور بے باک کام دکھائے، تیرے تیز تیر بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں کو چھید ڈالیں، قومیں تیرے پاؤں میں گر جائیں۔ ۶-اے اللہ! تیرا تخت ازل سے ابد تک قائم رہے گا، تیری سلطنت کا عصا عصائے راستی ہے۔ ۷-تو نے راست بازی سے محبت اور بے دینی سے نفرت کی، اس لئے اللہ نے جو تیرا معبود ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر اور سرفراز کرے۔ ۸- مر، عوج اور امتلاس کی بیش قیمت خوشبو تیرے تمام کپڑوں سے پھیلتی ہے، ہاتھی دانت کے محلوں میں تار دار موسیقی تیرا دل بہلاتی ہے۔ ۹- بادشاہوں کی بیٹیاں تیرے زیورات سے سجی پھرتی ہیں، ملکہ، اوفیر کا سونا پہنے ہوئے تیرے داہنے جانب کھڑی ہے۔[1]

اہل کتاب کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی بشارت دی اور ان کے مذکورہ اوصاف ذکر کئے، نصاری نے دعوی کیا کہ وہ مسیح علیہ السلام ہیں، جب کہ **حقیقت میں وہ اوصاف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوتے ہیں،**[2] **اس کی تفصیل درج ذیل ہیں:**

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات میں وارد ہوا ہے کہ آپ سب سے خوب رو تھے، جیسا کہ صحیحین میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوب رو اور ان میں سب سے با اخلاق و باکردار تھے، نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ کوتاہ قد۔[3]

---

(1) زبور نمبر ۴۵، فقرہ: ۱-۹

(2) دیکھیں: اظہار الحق: (۴/۱۱۴۴)

(3) اس کو بخاری نے کتاب المناقب، باب: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے، حدیث نمبر: ۳۳۵۶ (۳/۱۳۰۳)، مسلم نے اسے کتاب الفضائل میں باب: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اِسحاق بن منصور کے طریق سے روایت کی ہے جس میں (البائن) کی جگہ (الذاہب) کا لفظ آیا ہے۔، حدیث نمبر: ۲۳۳۷ (۴/۱۸۱۸-۱۸۱۹)

اسی طرح آپ نے تلوار لٹکائی، داؤد علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے بھی تلوار نہیں لٹکائی اور نہ جہاد کیا، آپ ہی ہیں جن کے قدموں پر قومیں آگریں اور آپ کے دین میں جوق در جوق لوگ داخل ہوئے۔[1]

بعینہ ان کا قول: راستی سے آپ نے محبت اور بے دینی سے نفرت کی، یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے ہے۔

اسی طرح ان کا یہ قول کہ: "بادشاہوں کی بیٹیاں تیرے زیورات سے سجی پھرتی ہیں" واقعی ایسا ہی ہوا کہ روم وفارس کے سقوط کے بعد شہزادیاں مسلمانوں کی خادمہ اور کنیز بن گئیں، انہیں میں سے فارس کے کسروی باشاہ یزدجر[2] کی شہزادی "شہر" بھی تھی جو حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ماتحت تھی۔

نصاری کا یہ دعوی غلط ہے کہ یہ اوصاف عیسی علیہ السلام پر منطبق ہوتے ہیں، اس لئے کہ انہیں جہاد کا نہیں بلکہ تلوار نیام میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔

انجیل یوحنا کے باب نمبر ۱۸ میں ہے کہ:

"۱۱- یسوع نے پطرس سے کہا: تلوار نیام میں رکھ"[3]

"نہ تو بادشاہ کی شہزادیاں ان کے پاس آسکیں اور نہ ان کے تحفے ان کو مل سکے، بلکہ نصاری کے زعم کے مطابق آپ کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور آپ کی توہین کی گئی"[4]

(آپ کی نبوت کی) ساتویں نمایاں دلیل:

اشعیاء کی کتاب کے باب نمبر ۵۴ میں یہ عبارت ہے کہ:

---

(1) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۳/۳۱۸-۳۱۹)

(2) فارس کے کسروی باشاہوں میں یزدجر سب سے آخری بادشاہ تھا، اس کے زمانے میں عربوں نے اس کے ملک پر فتح کا علم نصب کیا، عثمان بن عفان کے زمانہ خلافت میں سنہ ۱۱ھ کو اس کا قتل ہوا اور مسلمانوں نے بلاد عجم پر فتح حاصل کیا۔ دائرۃ معارف القرن العشرین (۷/۱۸۰)

(3) انجیل یوحنا، باب نمبر: ۱۸، فقرہ نمبر: ۱۱

(4) اظہار الحق: (۴/۱۱۵۰-۱۱۵۳)

"١-اری او بانجھ !گیت گا اور چلا چلا کے گا اور آواز بلند کر، تو تو بچے جنتی نہ تھی، کیوں کہ رب فرماتا ہے کہ اجاڑ مکان کے بچے سہاگن بیٹی کے بچوں سے زیادہ ہیں۔

٢-کیوں کہ تو داہنے اور بائیں شکست دیتی پھرے گی، اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی اور ویران بستیوں کو آباد کرے گی۔

٤-ڈر مت کہ تو پشیمان نہ ہوگی اور شرمندہ مت ہو کہ تیری عیب جوئی نہ کی جائے گی، تو اپنی جوانی کی ندامت بھول جائے گی اور تو اپنے رنڈاپے کی ننگ کو کبھی یاد نہ کرے گی۔"[1]

اس متن کے اندر مختلف دلالتیں موجود ہیں:

پہلی دلالت: آپ کا فرمان: "اری او بانجھ گیت گا" بانجھ سے مراد مکہ مکرمہ ہے، نہ کہ یروشلم جیسا کہ اہل کتاب وہم رکھتے ہیں، اس لئے کہ مکہ ہی وہ سرزمین ہے جہاں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوئے، یروشلم میں تو کئی سارے نبیوں کا ظہور ہوا، اس وجہ سے مکہ کو بانجھ عورت سے تشبہ دی گئی ہے۔[2]

دوسری دلالت: ان کا یہ فرمان: "اس لئے کہ اجاڑ مکان کے بچے سہاگن بیٹی کے بچوں سے زیادہ ہیں" اہل کتاب "اجاڑ مکان کے بچوں" سے مراد ہاجر علیہا السلام کی اولاد لیتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے ریگستان میں سکونت اختیار کی اور پھر وہاں سے نکال دی گئیں، سہاگن بیٹی کے بچوں سے ان کی مراد سارہ علیہا السلام ہیں۔

یہ متن ان کی کتاب میں بھی موجود ہے، جیسا کہ سفر تکوین (پیدائش) کے باب نمبر ١٦ میں ہے: "١١-خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرا بیٹا ہوگا، اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ

---

(1) اشعیاء کی کتاب: باب ٥٤، فقرہ: ١-٤

(2) دیکھیں: قرطبی کی کتاب: الإعلام (٣/٢٧٨-٢٧٩)، الجواب الصحیح (٣/٣٢٧)، اظہار الحق: (٤/١١٦٠)، اور دیکھیں: نبوۃ محمد فی الکتاب المقدس: ٧٧

خداوند نے تیرے دکھ سن لئے۔ ۱۲-وہ ایک آزاد مرد ہوگا، اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہوگا اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے تمام بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا"[1]

یہ خطاب مکہ مکرمہ سے کیا گیا ہے کہ اسے شرف اور فضیلت حاصل ہونے والی ہے کہ آخری نبی کا ظہور اسی کے کوکھ سے ہونے والا ہے۔[2]

پانچویں دلالت[3] : انجیل یوحنا کے ۱۴ویں باب میں آیا ہے کہ:

(۱۵-اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو تم وہی کروگے جس کا میں نے حکم دیا ہے۔ ۱۶-میں باپ سے استدعاء کروں گا کہ وہ تمہارے لئے دوسرا مددگار دے گا اور وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ ۱۷-وہ مددگار یعنی روحِ حق جسے دنیا تسلیم نہیں کرتی کیوں کہ دنیا نہ اسے جانتی ہے اور نہ دیکھتی ہے، لیکن تم جانتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم میں ہی رہے گا۔)[4]

۱۵ویں باب میں یہ ہے کہ: (۲۶-میں تمہارے پاس مددگار بھیجوں گا جو میرے باپ کی طرف سے ہوگا، وہ مددگار سچائی کی روح-روح الحق- ہے جو باپ کی طرف سے آتی ہے، جب وہ آئے تو میرے بارے میں گواہی دے گی۔ ۲۷-اور تم بھی لوگوں سے میرے بارے میں کہوگے کیوں کہ تم شروع ہی سے میرے ساتھ ہو)۔[5]

انجیل یوحنا ہی کے ۱۴ویں باب میں یہ بھی ہے کہ: (۲۶-یہ مددگار جو مقدس روح ہے اور جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں ہر چیز کی تعلیم دے گا اور تمہیں میری ہر بات کی یاد دلائے گا)۔[6]

---

(1) سفر تکوین، باب نمبر 16، فقرہ: 11-12

(2) دیکھیں: اظہار الحق: (۴/۱۱۶۰-۱۱۶۱)

(3) یہ عہد نامہ جدید کی بشارت میں سے ہے جس سے مراد ہے اناجیل اربعہ (متی-مرقس-لوقا-اور یوحنا) اور اس سے ملحق اسفار (کتابیں)، اس سے پہلے جو دلالت گزری ہے وہ اہل کتاب کے عہد قدیم (توریت) اور اسفار انبیاء سے ماخوذ ہے۔

(4) انجیل یوحنا، باب نمبر ۱۴، فقرہ: ۱۵-۱۷

(5) انجیل یوحنا، باب نمبر: ۱۵، فقرہ: ۲۶-۲۷

(6) انجیل یوحنا، باب ۱۴، فقرہ: ۲۶

انجیل یوحنا کے ١٦ ویں باب میں ہے کہ:(٧- میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے کیوں کہ اگر میں جاتا ہوں تو تمہارے لئے مددگار بھیجوں گا، اگر میں نہ گیا تو تمہارے پاس مددگار نہ آئے گا۔٨- جب مددگار آئے گا تو وہ دنیا کی خرابی کو دور کرے گا اور گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں بھی بتائے گا)۔(1)

دوسری طباعتوں میں (مددگار) کی جگہ (فارقلیط) کا لفظ آیا ہے(2)

ان تمام نصوص سے یہ بشارت ملتی ہے کہ عیسی مسیح کے بعد ایک رسول آنے والے ہیں، جب کہ نصاری کا دعوی ہے کہ وہ (مددگار) آچکے ہیں، اسی وجہ سے وہ ان نصوص کی بے جا تاویلات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: اقانیم (خدا) تین ہیں: باپ، بیٹا اور روح القدس، مددگار سے مراد تیسرا اقنوم (روح القدس) ہے جو کہ آچکے ہیں۔(3)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: اس بارے میں نصاری کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ: اس سے مراد وہ روح ہے جو حواریوں (انصارِ عیسی) کے شاگردوں پر آسمان سے اترنے والی شعلہ بار زبانیں ہیں، اس لئے نصاری کے حالات سے آگاہی رکھنے والے کہتے ہیں کہ: ان میں سے کسی کو بھی اس فارقلیط کی آمد کے بارے میں درست تحقیق نہیں ہے جس کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے۔

کچھ نصرانیوں کا یہ بھی ماننا ہے کہ اس سے مراد خود عیسی علیہ السلام ہیں، اس لئے کہ وہ پھانسی کے چالیس دن کے بعد (واپس) آگئے تھے..."(4)

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے مراد خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت ہے، درج ذیل دلائل کی روشنی میں اس عقیدے کی درستگی کو سمجھا جا سکتا ہے:

---

(1) انجیل یوحنا، باب نمبر ١٦، فقرہ:٧-٨

(2) دیکھیں: اظہار الحق (١١٨٥/٤)، لیکن جس طباعت پر میں نے اعتماد کیا ہے اس میں (مددگار) کا لفظ آیا ہے، اس کی وجہ بھی وہی ہے جس کا ذکر میں نے کیا کہ نصاری أسماء کا بھی ترجمہ کر دیتے تھے۔

(3) دیکھیں: نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتاب المقدس: ٩٨-٩٩

(4) الجواب الصحیح: (٩/٤)

۱-ایسے روح القدس نہ تو عیسی علیہ السلام سے پہلے کسی نبی پر نازل ہوئے اور نہ آپ کے بعد، جو (مذکورہ) صفات پر پورے اترتے ہوں، اور نہ ہی اس نام سے کوئی موسوم ہوا، ساتھ ہی عیسی علیہ السلام کو جس چیز کی بشارت دی گئی وہ ایک بڑی چیز ہے۔

۲-ان کا یہ فرمان کہ: "تمہیں دوسرے مددگار سے نوازے گا تاکہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے" (دوسرا) کا لفظ بتاتا ہے کہ کوئی دوسرے نبی بھی آنے والے ہیں جن کی طرح ان سے پہلے گزر چکے ہیں، یہ صفات ایک ایسے شخص پر منطبق ہوتی ہیں جنہیں آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے نہ کہ ناقابل دید روح۔

نیز ان کا یہ کہنا کہ: "تاکہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے" معلوم بات ہے کہ اس سے مراد ان کی اپنی ذات نہیں ہے، بلکہ یہ صفت اس پر منطبق ہوتی ہے جو ہمیشہ (اپنی تعلیمات کے ساتھ) باقی رہنے والا ہے اور اس کی رسالت آخری شریعت ہوگی۔

۳-ان کا فرمان: "اگر میں نہ جاؤں تو وہ نہیں آئے گا" اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی آمد عیسی علیہ السلام کے بعد ہی ہوگی، جس سے اس رائے کی تردید ہوتی ہے کہ اس سے مراد عیسی علیہ السلام خود ہی ہیں۔

۴-ان کا یہ فرمان: جب وہ آئے گا تو دنیا کی خرابی ثابت کرے گا" محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر وشرک اور معصیت جیسی غلطیوں پر دنیا کو متنبہ فرمایا اور سرزنش کی، تین خداؤں کے عقیدہ کی نکیر کی، توحید کی دعوت دی اور اہل کتاب کی روش سے ہٹ کر اللہ کے ان اسماء وصفات کی وضاحت کی جو اللہ کے شایان شان ہیں، نیز آپ نے اللہ کے لئے عبادت کی جو واجبی اقسام ہیں، ان کو بیان فرمایا، اخروی معاملات کو اس قدر تفصیل سے پیش کیا کہ آپ سے قبل کسی نبی نے ایسا نہیں کیا۔

۵-ان کا فرمان: "میں گواہی دوں گا اور تم بھی دنیا والوں کو بتانا کیوں کہ شروع سے ہی تم میرے ساتھ ہو" اس کی تصدیق اللہ تعالی کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ: ﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ قَالُوا۟ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾﴾ [سورة الصف:6].

ترجمہ: اور جب مریم کے بیٹے عیسی نے کہا اے میری قوم بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ کھلا جادو ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسی مسیح کی تصدیق فرمائی، نصرانیوں کے غلو، یہودیوں کی منسوب کردہ (من گھڑت باتوں) اور باطل پرستوں کی افترا پردازیوں سے ان کو پاک صاف فرمایا اور ان کے بارے میں وہی درست بات کہی جس سے اللہ نے انہیں متصف فرمایا ہے۔[1]

٦- فارقلیط اور (مددگار) کے بارے میں جو بھی وارد ہوا ہے، تمام مصادر میں اس کی یہی تفسیر آئی ہے کہ اس کے معنی حمد کے ارد گرد گھومتے ہیں، امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (بارقلیط) رومی زبان کا کلمہ ہے جس کے عربی معنی محمد کے ہوتے ہیں۔[2]

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حامد اور حماد کے معنی میں ہے جو کہ احمد اور محمد کے ہم معنی ہیں، یہ سارے کلمات حمد سے مشتق ہیں[3]، اس لئے احمد نام کو عبرانی زبان میں "بیر کلیت" اور یونانی زبان میں "بیر کلیتوسی" پڑھتے ہیں جب کہ مسیح علیہ السلام نے اسے عبرانی اور یونانی زبان میں احمد پڑھا[4] جو بعد میں فارقلیط میں تبدیل ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی مخلص کے ہیں، نصاری کہتے ہیں کہ یونانی لفظ "باراکلی طوس" ہے جس کے معنی مددگار اور معاون و کیل کے ہوتے ہیں، جب کہ یہ کلمہ اپنے دونوں معنی کی رو سے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت کی دلیل ہے، پہلے معنی کی رو سے اس کا معنی محمد ہے، اور آپ کی امت حمد بیان کرنے والے لوگ ہیں جو خوشی اور غم ہر حال میں اللہ کی حمد کا مالا جپتے ہیں۔

---

(1) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۴/۹-۱۷)، اظہار الحق (۴/۱۱۹۱-۱۱۹۸)

(2) الإعلام: (۲/۲۵۵)

(3) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۴/۱۶)

(4) نبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتاب المقدس: ۹۸

دوسرے معنی کی رو سے وہ عزت دینے والا ہے جس کے ذریعہ اللہ نے مؤمنوں اور موحدوں کو عزت سے سرفراز فرمایا، نیز وہی نجات دہندہ بھی ہے جو ہدایت وراستی کی شریعت لے کر آیا اور لوگوں کو شرک کی غلامی اور غیر اللہ کی بندگی سے نجات دلایا۔[1]

چھٹی دلیل: انجیل متی کے چوتھے باب میں آیا ہے کہ: (۱۷-اس وقت سے عیسی یہ بات بار بار پکار رہے ہیں کہ توبہ کرو، اس لئے کہ آسمانی بادشاہت قریب آچکی ہے) نیز ان کا یہ قول: (۲۳-یسوع گلیل کے تمام علاقوں میں چکر لگایا، یسوع یہودیوں کی عبادت گاہوں میں تعلیم اور خدا کی بادشاہت کے بارے میں خوشخبری کی منادی دینے لگا، یسوع نے تمام لوگوں کی بیماریوں اور خرابیوں کو دور کر کے شفادی۔)[2]

انجیل متی کے تیسرے باب میں ہے کہ: (۱- ان دنوں میں بپتسمہ (اصطباغ) دینے والے یوحنا نے یہودیوں کے بیاباں میں منادی دینا شروع کر دیا، ۲-یوحنا نے پکار کر کہا: آسمانی بادشاہت قریب آگئی ہے تم اپنے گناہوں سے توبہ کر کے خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ)[3]

انجیل متی کے دسویں باب میں مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (۷- اسرائیل کے پاس جا کر یہ منادی کرو: آسمانی بادشاہت قریب آگئی ہے)[4]

چناں چہ آسمانی بادشاہت کی بشارت عیسی علیہ السلام، یحی علیہ السلام اور حواریوں نے بھی دی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بادشاہت ان میں سے کسی کے زمانے میں نہ تھی، کیوں کہ ان تمام لوگوں نے اس کی خوشخبری دی، جس کا مطلب ہے کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت ہے،

لفظ ملکوت (بادشاہت) کے تین معانی ہیں:

۱-غلبہ اور سلطنت کی شکل میں ہو۔

۲-مخالفین کے قتل (کی صورت میں ہو)۔

---

(1) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۴/۱۶) اور اظہار الحق: (۴/۱۱۹۰)

(2) دیکھیں: انجیل متی، باب نمبر ۴، فقرہ: ۱۷

(3) انجیل متی، باب نمبر ۳، فقرہ: ۱-۲

(4) انجیل متی، باب نمبر ۱۰، فقرہ: ۷

۳-اس سے مراد ربانی شریعت لیا جائے جو کہ لفظ "آسمانی بادشاہت" سے سمجھ میں آتا ہے۔

یہ تمام اوصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ورسالت پر منطبق ہوتے ہیں۔[1]

یہ وہ چند نصوص ہیں جن میں نبی اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت وارد ہوئی ہے، اور بھی بہت سے نصوص ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا گیا ہے۔[2]

اس سے ہمیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اہل کتاب اس سے آشنا ہیں کہ ہمارے نبی آخری نبی ہیں، اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آپ کے اوصاف ان کے یہاں موجود ہیں، لیکن وہ اللہ کے اس فرمان کے مصداق حق کو چھپاتے پھرتے ہیں کہ: ﴿ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمۡۖ وَإِنَّ فَرِيقٗا مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ ١٤٦﴾ [سورة البقرة:146].

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب دیا ہے وہ تو اسے ایسا ہی پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، ان کی ایک جماعت حق پہچان کر پھر چھپاتی ہے۔

---

(1) دیکھیں: اظہار الحق: (۴/ ۱۱۷۴-۱۱۷۵)

(2) اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے دیکھیں: قرطبی کی کتاب الإعلام (۳/ ۲۶۳-۲۸۰)، الجواب الصحیح (۳/ ۲۷۵-۳۳۲)، (۴/ ۳-۲۱) اور اظہار الحق (۴/ ۱۱۱۶-۱۱۸۵)

دوسرا مبحث: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی عمومیت

مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے، بلکہ یہ دین اسلام کی بنیادی معلومات کا حصہ ہے کہ آپ پوری انسانیت کے لئے بھیجے گئے تھے[1]، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انس وجن کے لئے رسول تھے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ ﴿١٥٨﴾﴾ [سورة الأعراف:158].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾﴾ [سورة سبأ:28].

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ ٱلْكَـٰفِرُونَ إِنَّ هَـٰذَا لَسَـٰحِرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾﴾ [سورة يونس:2].

ترجمہ: کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرایئے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا اجر ومرتبہ ملے گا، کافروں نے کہا یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادو گر ہے۔

﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾﴾ [سورة يونس:108].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے، اس لئے جو شخص راہ راست پر آجائے سو وہ اپنے واسطے راہ راست پر آئے گا اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔

---

(1) شرح الطحاویہ: ۱۳۴

اس سے معلوم ہوا کہ آپ تمام لوگوں کے لئے ڈرانے والے بن کر آئے تھے، آپ کا انذار صرف عربوں کے لئے خاص نہ تھا، یہ الگ بات ہے کہ سب سے پہلے آپ نے ان کو ہی دعوت اسلام دی[1]، اگر آپ تمام لوگوں کے لئے رسول نہیں ہوتے تو آپ یہود ونصاری کو اپنی رسالت کو ماننے اور اپنے لائے ہوئے پیغام پر ایمان لانے کی دعوت نہ دیتے اور نہ ہی انکار کرنے کی صورت میں ان سے قتال کرتے اور نہ ان کا خون بہتا اور نہ ان کے مال وجائداد حلال کئے جاتے۔

چناں چہ جس نے بھی آپ کی رسالت پر ایمان لایا، اس کے اوپر واجب ہے کہ آپ کی رسالت کے عام ہونے کا بھی ایمان رکھے، ورنہ تضاد میں پڑ جائے گا، اس لئے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو جھٹلانا لازم آتا ہے۔[2]

ابو هريرة رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر یہودی اور نصرانی میرے بارے میں سنتا ہے، پھر میری رسالت پر ایمان لائے بنا اس کی موت ہو جاتی ہے تو وہ جہنمی ہے۔[3]

اس لئے میں نے یہ بتانا ضروری سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور منزلت پر کیچڑ اچھالنے کی جنہوں نے جسارت کی ہے، انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو تسلیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر وہ ایمان نہیں لاتے ہیں تو ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم ان کا ٹھکانہ قرار پائے گی، اگرچہ وہ اہل کتاب ہونے کا ہی دعوی کیوں نہ کریں، اس لئے کہ دین سلام نے اپنے ماقبل کے تمام آسمانی ادیان کو منسوخ کر دیا، بلکہ جِنوں کو بھی یہ حکم ہوا ہے کہ آپ ہی پر ایمان لائیں اور آپ ہی کی پیروی کریں۔

---

(1) دیکھیں: النبوات: ۲۶۸

(2) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۱/۱۶۶)

(3) اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الایمان میں باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم إلی جمیع الناس کے تحت روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۱۵۳ (۱/۱۳۴)، اسے ابن سید الناس نے بھی عیون الأثر عن أبي موسی الأشعري رضی اللہ عنہ میں انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے (۱/۱۶۶)

رہی یہ بات یہ کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جنوں کو بھی شامل ہے، تو اللہ تعالی کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے: ﴿يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِىَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾﴾ [سورة الأحقاف: 31].

ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انسان کے لئے یہ جاننا ضروری اور واجب ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انس وجن دونوں مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اور ان کے لئے آپ پر اور آپ کے پیغام پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنا واجب ٹھرایا... یہ ایک بنیاد ہے جس پر صحابہ، بھلائی کے ساتھ ان کی تابع داری کرنے والے (تابعین)، مسلمانوں کے ائمہ اور تمام اسلامی فرقے جیسے اہل سنت والجماعت وغیرہ سب متفق ہیں، کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، رہی بات اہل کتاب یہود ونصاری کی تو وہ بھی مسلمانوں کی طرح ہی اس کا اقرار کرتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ اس کے منکر ہیں ...."[1]

اختلاف اس میں ہے کہ کیا رسالت کی عمومیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا دوسرے نبی بھی اس خصوصیت میں شریک ہیں، یہ اختلاف نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اللہ کے اس فرمان: ﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴿١﴾﴾ [سورة الفرقان: 1] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "یہاں "العالمین" سے مراد انس وجن ہیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں مخلوق کی طرف رسول اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجے گئے تھے، اور آپ سب سے آخری نبی ہیں، آپ کے علاوہ کسی کو بھی عمومی رسالت سے سرفراز نہیں کیا گیا، سوائے نوح علیہ السلام کے، اس لئے کہ طوفان کے بعد تمام انسانوں کو آپ نے اپنی

(1) مجموع الفتاوی: (۱۹/ ۹-۱۰)

رسالت سے خطاب فرمایا کیوں کہ آپ ہی کے ذریعہ اللہ نے (طوفان نوح کے بعد نسل نو) کی تخلیق کا آغاز فرمایا"۔[1]

یہ رائے اس صحیح حدیث سے متعارض ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو بھی نہیں دی گئیں: ایک مہینے کی مسافت کے بقدر رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، میرے لئے زمین کو پاک اور جائے نماز بنادیا گیا تو میری امت کے کسی بھی فرد کو جب بھی نماز کا وقت آ ملے، تو اسے چاہئے کہ نماز پڑھ لے (خواہ وہ کہیں بھی ہو)، میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا جب کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہ تھا، مجھے شفاعت دی گئی، نبی کو بہ طور خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔[2]

جن آیتوں میں نوح علیہ السلام کی رسالت کا (ان کی قوم کے لئے) خاص ہونے کی وضاحت کی گئی ہے، وہ یہ ہیں:

﴿۞ وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِى وَتَذْكِيرِى بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْتُ ﴿٧١﴾﴾ [سورة يونس:71].

ترجمہ: آپ ان کو نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٩﴾﴾ [سورة الأعراف:59].

---

(1) الجامع لأحکام القرآن: (۱۳/ ۲)

(2) اسے بخاری نے کتاب التیمم، حدیث نمبر: ۳۲۸ (۱/ ۱۲۸) اور کتاب المساجد میں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الأرض مسجدا وطھورا کے تحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حدیث نمبر: ۴۲۷ (۱/ ۱۶۸)

ترجمہ: ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں، مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

﴿وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوۡمِهِۦٓ إِنِّي لَكُمۡ نَذِيرٞ مُّبِينٌ ٢٥﴾ [سورة هود:25].

ترجمہ: یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں۔

ایک پریشان کن امر یہ بھی ہے کہ حدیثِ شفاعت میں آیا ہے کہ: نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو کہ اللہ کے بھیجے ہوئے پہلے رسول ہیں۔

جبکہ اللہ نے (طوفان نوح) کے ذریعہ زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کو غرق آب کر دیا تھا، اگر نوح علیہ السلام ان تمام لوگوں کی طرف مبعوث نہ ہوتے تو سب کے سب ہلاک نہ کئے جاتے۔

اس کے بہت سے جوابات دئے گئے ہیں:

یہ کہ: نوح علیہ السلام کی رسالت ان کی بعثت کے آغاز میں عام نہ تھی بلکہ طوفان کے بعد عام ہوئی جبکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بعثت کے آغاز سے ہی عام ہے۔

یہ کہ: نوح علیہ السلام کی موجودگی سے دوسرے نبی کی موجودگی کی نفی نہیں ہوتی ہے اور یہ کہ نوح علیہ السلام کی دعوت تمام لوگوں کے لئے عام تھی، کیوں کہ ان سبھوں نے رسالت کو جھٹلایا۔ لیکن اس پر یہ اعتراض (کیا جا سکتا ہے) کہ: ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے۔

یہ کہ: یہ خصوصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس لئے خاص ہے کہ دوسرے نبیوں کے برخلاف آپ کی رسالت قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔[1]

یہ کہ: یہ احتمال ہے کہ نوح علیہ السلام کی رسالت خاص (ان کی قوم کے لئے) تھی، تاہم باقی لوگوں کو بھی ان کی رسالت کی خبر پہنچی لیکن وہ شرک کے دلدل میں بدستور پھنسے رہے اور عذاب الٰہی نے ان تمام کو اپنی چپیٹ میں لے لیا۔

---

(1) دیکھیں: فتح الباری: (۱/ ۲۵۰-۲۵۱)

راجح قول وہی ہے جسے حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ: حقیقتِ حال کے اعتبار سے نوح علیہ السلام کی بعثت زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کی طرف ہوئی تھی کیوں کہ یہ بات درست ہے کہ (اس وقت) زمین کے (پورے) باشندے ان کی ہی قوم میں سے تھے، بر خلاف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس کو اپنی اور دیگر تمام اقوام کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔(1)

آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی رسالت تمام جن وانس کو یکساں شامل ہے، دلیلیں اس کی تائید کرتیں اور اس پر متفق بھی ہیں۔

قرآن کا عربی زبان میں نازل ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ آپ کی رسالت عام تھی، اس کے مندرجہ ذل اسباب ہیں:

۱- تمام تر سابقہ کتابیں اسی زبان میں نازل ہوئیں جو نبی مرسل کی زبان تھی، اگر کوئی یہ کہے کہ (ان انبیاء کی) رسالتیں خاص (ان کی قوم کے لئے) تھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن عربی زبان میں اس لئے نازل ہوا کہ سب سے پہلے عرب اس کو سمجھ سکیں، پھر اسے دوسری قوموں تک پہنچایا جاسکے، خواہ یہ کام ترجمہ کے ذریعہ ہو یا اس طرح کہ لوگ اس زبان کو سیکھیں، دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں، کوئی طاقت سے باہر کی چیز نہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص عربی زبان سے نا آشنا ہو، اس کے لئے قرآن کے معانی کے ترجمہ (سے استفادہ) کرنا جائز ہے"۔(2)

۲- قرآن کی ہر آیت کو ہر مسلمان کے لئے سمجھنا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ جاننا واجب ہے کہ اللہ نے کیا حکم دیا ہے تاکہ اسے بجالائے، اور کس چیز سے منع فرمایا ہے تاکہ اس سے باز رہے، خواہ یہ جانکاری اسے جس زبان میں بھی ملی۔

---

(1) فتح الباری: (۱۱/ ۴۴۲)

(2) الجواب الصحیح: (۱/ ۱۹۰)

۳-یہودی ونصرانی اور عجمی مشرکوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اگرچہ (نسب کے اعتبار سے) عربی نہیں ہیں لیکن عربی زبان سے آشنا ہیں اور اس پر پوری مہارت رکھتے ہیں۔[1]

(1) دیکھیں: الجواب الصحیح: (۱/۱۸۹-۱۹۵)

دوسری فصل :

منکرینِ نبوت (صلی الله علیه وسلم) کے شبہات

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سب سے خطرناک ہتھکنڈہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شکوک پیدا کرنے کی کوششوں میں پنہاں ہے، اسی وجہ سے یہ ماضی میں بھی مشرکوں کا طریقہ رہا ہے اور دور حاضر میں بھی مستشرقین اور ان کے دم چھلوں کا یہی مقصد ہے، مسلمانوں کے مابین وحی کے مصادر کے سلسلے میں شبہات پیدا کرنے کے لئے وہ ہر طرح سے کوششیں اور جتن کر رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن نے ان کے بہت سے شبہات کا تعاقب کرکے انہیں بے بنیاد اور باطل قرار دیا ہے اور مشرکوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تردید کے لئے جو شبہات پیدا کئے، ان میں سے بہت سوں کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ:

ان کے تمام تر شبہات کا بنیادی مرکز ان کا یہ دعوی ہے کہ: یقیناً وحی ایک ایسی چیز ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے کردار سے نمودار ہوئی ہے، یہی دعوی مختلف شبہات اور آراء کی بنیاد ہے جو (حقیقت میں) مکڑی کے جالے سے بھی کمزور تر ہیں۔

یہ شبہات اجمالی طور پر ذیل میں ذکر کئے جا رہے ہیں:

پہلا شبہ: یہ دعوی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں۔

دوسرا شبہ: یہ دعوی کہ وحی کی جو صورت حال ہے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کی ذات) اور آپ کے خیالات (کی پیداوار) ہے۔

تیسرا شبہ : یہ دعوی کہ آپ نے (وحی کو) یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور وثنیت جیسے سابقہ ادیان سے اخذ کیا ہے۔

چوتھا شبہ : یہ دعوی کہ وحی کی جو صورت حال ہے، وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہونے والے اعصابی بیماریوں کا نتیجہ ہے۔

پانچواں شبہ: یہ دعوی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سلسلے میں شاکی تھے۔

ان شبہات کی تردید اور انہیں بے معنی و باطل ثابت کرنے کے لئے اللہ سے مدد کی خواستگار ہوں:

پہلا شبہ: کفار مکہ نے یہ دعوی کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں جس کی بنیاد پر آپ کی لائی ہوئی وحی (ان کے نزدیک) جادو قرار پاتی ہے

اللہ صاحب رفعت وجلال کا فرمان ہے:

﴿الٓرۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡحَكِيمِ ١﴾ ﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ أَنۡ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِندَ رَبِّهِمۡۗ قَالَ ٱلۡكَٰفِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَٰحِرٞ مُّبِينٌ ٢﴾ [سورة يونس:١-٢].

ترجمہ: الر یہ حکمت کتاب کی آیتیں ہیں کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرایئے اور جو ایمان لائے ان کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا اجر و مرتبہ ملے گا، کافروں نے کہا کہ یہ شخص بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٞ مُّبِينٞ ٤٣﴾ [سورة سبأ:43].

ترجمہ: اور حق ان کے پاس آچکا پھر بھی کافر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ ٱلۡحَقُّ مِنۡ عِندِنَا قَالُوٓاْ إِنَّ هَٰذَا لَسِحۡرٞ مُّبِينٞ ٧٦﴾ [سورة يونس:76].

ترجمہ: پھر جب ان کو ہمارے پاس سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقینا یہ صریح جادو ہے۔

ان سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلانے والوں کی یہی روش رہی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿كَذَٰلِكَ مَآ أَتَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُواْ سَاحِرٌ أَوۡ مَجۡنُونٌ ٥٢﴾ [سورة الذاريات:52].

ترجمہ: اس طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہ دیا کہ یا تو یہ شخص جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

﴿قَالَ ٱلۡمَلَأُ مِن قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَٰحِرٌ عَلِيمٞ ١٠٩﴾ [سورة الأعراف:109].

ترجمہ: قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔

اس شبہ کی تردید کے لئے نبی اور جادو گر کے مابین جو مختلف فرق ہیں انہیں بیان کیا جارہا ہے:

۱-انبیاء ورسل کے اوپر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾﴾ [سورة البقرة:97].

ترجمہ: اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ جو جبریل کا دشمن ہو جس نے آپ کے دل پر پیغام باری تعالی اتارا ہے (تو اللہ بھی اس کا دشمن ہے)۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢١٠﴾﴾ ﴿وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾﴾ [سورة الشعراء:210-211].

ترجمہ: اس قرآن کو شیطان نہیں لائے، نہ وہ اس کے لائق ہیں، نہ انہیں اس کی طاقت ہے۔

رہی بات جادو گر اور ان کے ہمنواؤں کی، تو ان پر جنات اور شیطان آتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢٢١﴾﴾ ﴿تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾﴾ [سورة الشعراء:221-222].

ترجمہ: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔

۲-جادو کی بنیاد ہی ظلم وجور، شرک اور دروغ گوئی پر ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا شمار ان برائیوں میں ہوتا ہے جنہیں اللہ ناپسند کرتا اور ان سے منع فرماتا ہے، اس کے برخلاف انبیاء جس چیز کے ساتھ تشریف لائے وہ توحید، عدل وانصاف اور راست گوئی کی دعوت ہے۔

۳-جادو گروں سے سرزد ہونے والی خلافِ عادت چیزوں کو دوسرے جادو گر ناکارہ اور بے اثر ثابت کر سکتے ہیں، جب کہ انبیاء سے جو خلافِ عادت امور سرزد ہوتے ہیں، کوئی بھی شخص نہ تو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے ناکارہ بنا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب فرعون کے جادو گروں کو یہ یقین ہو گیا کہ موسی علیہ السلام کا لایا ہوا معجزہ جادو نہیں ہے، تو وہ موسی پر ایمان لائے بنا نہیں رہ سکے۔

۴-انبیاء کے متبعین کی کرامتیں بھی نبیوں کی صداقت کی دلیل ہیں ، برخلاف جادوگروں سے سرزد ہونے والے خلافِ عادت امور کے ، (ان کی حقیقت) اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ جادوگر اور اس کے جادو پر دلالت کرتے ہیں۔

۵- جادوگر کا مقصد زمین میں فساد اور بربادی پھیلانا ہوتا ہے جبکہ انبیاء عدل ، اصلاح اور اس اللہ کی عبادت کے داعی ہوتے ہیں جو یکتا ہے اور کوئی اس کا ساجھی نہیں۔

۶- نبوت کے برخلاف کہانت (غیب دانی اور نجومی کا پیشہ) اور جادوگری کو محنت کرکے اور سیکھ کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۷- کاہن اور جادوگر سے سرزد ہونے والے خلافِ عادت امور پر جن وانس بلکہ حیوانات بھی قادر ہیں ، جیسا کہ ہوا میں اڑنا اور پانی پر چلنا۔ اس کے برعکس انبیاء کے معجزوں پر کسی مخلوق کو قدرت اور تصرف حاصل نہیں ، جیسا کہ کتابیں نازل کرنا اور موسی علیہ السلام سے ہم کلام ہونا..... وغیرہ۔

۸- انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے ایک دوسرے کو سچا قرار دیا ، جب کہ جادوگر ایک دوسرے کو جھٹلاتے اور باہم مذمت وتذلیل کرتے ہیں۔

۹- اگر نبوت محنت اور کسب سے حاصل ہوسکتی تھی تو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ، راستی ، عدل اور نفس کی طہارت وپاکیزگی کے ذیعہ حاصل ہوتی ، نہ کہ جادو اور نجومی کے ذریعہ ، اس لئے کہ جادو اور نجومی (ایسی چیزیں ہیں جو) صرف اللہ کے ساتھ شرک ، جھوٹ وفریب اور مکاری سے ہی حاصل ہوتی ہیں... دونوں (نبوت اور جادو) میں بہت بڑا فرق ہے۔

۱۰- یہ مشہور اور عمومی چیزیں ہیں جن کی کچھ لازمی خصوصیات ہیں جو کہ انبیاء کے سوا دیگر تمام لوگوں کے عمومی طور طریقے کے برخلاف ہیں۔[1]

ان منکرین نبوت سے یہ بھی پوچھا جانا چاہئے کہ کیا نبوت سے قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادوگری اور شعبدہ بازی کی وجہ سے جانے جاتے تھے کہ انہیں جادوگری سے متہم کیا جائے ؟ بلکہ ان کے دانشوران

---

(1) دیکھیں: النبوات: ۴۳-۴۹ اور صفحہ: ۴۳۹-۴۴۹ ، الجواب الصحیح: (۱/ ۲۱۴) اور دیکھیں: (۴/ ۲۶۰-۲۶۲) ، ایثار الحق علی الخلق: ۲۰۴-۲۱۱

اس کا اعتراف کرتے تھے (کہ آپ جادو گر نہیں ہیں اور نہ ہی شعبدہ بازی کرتے ہیں) جیسا کہ عتبہ [1] بن ربیعہ اور نضر [2] وغیرہما کی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ [3]

دوسرا شبہ: یہ دعوی کہ وحی کی جو صورت حال ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اور تصوراتی پیداوار ہے :

یہ ایک ایسا شبہ ہے جو ماضی سے لیکر دور حاضر تک (دین میں شکوک پیدا کرنے کے لئے) مشرکین کا سہارا رہا ہے۔ اللہ تعالی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٍ ۙ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾﴾ [سورة يونس:15-16].

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں، جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں ہے، یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے، یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں بس میں تو اس کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ آپ یوں کہ دیجئے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو

---

(1) عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، ابو الولید قریش کا ایک قد آور شخص تھا، جاہلیت میں ان کا سردار ہوا کرتے تھا، وہ اصابت رائے، حلم وبردباری اور فضل واحسان کی صفات سے متصف تھا، وہ ایک بااثر خطیب بھی تھا... اس نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن سرکشی پر قائم رہا اور مشرکوں کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوا اور علی، حمزہ اور عبیدہ نے اسے گھیرے میں لے کر قتل کر دیا۔

(2) نضر بن الحارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بدر میں مشرکوں کا علمبر دار تھا، اس کا شمار قریش کے بہادروں اور باوقار شخصیتوں میں ہوتا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالہ زاد تھا پھر بھی اس نے آپ کو بڑی اذیتیں دی، بدر سنہ ۲ھ میں اس کا قتل ہوا۔

(3) یہ روایتیں بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں دیکھی جا سکتی ہیں: (۲/۲۰۱-۲۰۵)

نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالی تم کو اس کی اطلاع دیتا کیوں کہ میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟۔

نیز اللہ فرماتا ہے کہ: ﴿أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُۥ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَٰدِقِينَ ﴿٣٤﴾﴾ [سورة الطور:33-34].

ترجمہ: کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن خود گھڑ لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر وہ سچے ہیں تو اس کے مثل کوئی کلام پیش کریں۔

مستشرقین بھی اسی روش قائم رہے، انہوں نے وحی کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو ضرور کی لیکن حقیقت سے (جان بوجھ کر) انجانے بنے رہے اور حق جاننے کے باوجود بھی اس سے روگرداں رہے۔

گولڈ زیہر[1] کہتا ہے کہ: "چالس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد-یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم-عادت کے مطابق اپنی خلوت کے اوقات مدینہ کے قریبی غاروں میں گزارنے لگے، جہاں انہیں بڑے بڑے اور دینی خواب آتے تھے اور انہیں یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اللہ اسے ایسی قوت کے ساتھ پکار رہا ہے جو دھیرے دھیرے بڑھتی جا رہی ہے، تاکہ وہ اپنی قوم کو جاکر اس بات سے ڈرائے کہ ان کی گمراہی انہیں صریح گھاٹے کی طرف لے جا رہی ہے۔ اور یک لخت انہیں ایسی طاقت محسوس ہونے لگی جس کا وہ مقابلہ نہیں کر سکے، بلکہ اس نے انہیں اپنی قوم کی طرف بشیر ونذیر بن کر لوٹ جانے پر مہمیز کیا"[2]

---

(1) گولڈ زیہر ۱۸۵۰ میں ہنگری کے ایک یہودی خانوادے میں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم (ہنگری کی راجدھانی) بداپیسٹ میں ہوئی، پھر انہوں نے برلین کا رخ کر لیا، اس کے بعد لیپٹسیک یونیورسٹی منتقل ہو گیا جہاں اس نے ایک بڑے مستشرق فلیتھسر کی شاگردی اختیار کی، اور ۱۸۷۰ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، کچھ مدت تک قاہرہ میں مقیم رہا پھر شام اور فلسطین کا سفر کیا، انہوں نے عربی تحقیقات کا بالعموم اور اسلامی تحقیقات کا خصوصی اہتمام کیا۔ ۱۸۹۴ میں بداپیسٹ میں سامی لسانیات کا پروفیسر مقرر ہوا اور استشراق سے متعلق اپنی خاص سمپوزیم اور تحقیقات جاری رکھا تا آنکہ 1921 میں فوت ہو گیا۔ دیکھیں: موسوعۃ المستشرقین: ۱۹۷-۲۰۳

(2) العقیدۃ والشریعۃ: ۷

ان آیات کی روشنی میں مختلف طریقے سے ان مستشرقین کی تردید کی جاسکتی ہے:

١-اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿قُلۡ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنۡ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلۡقَآيِٕ نَفۡسِيٓۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ ﴿١٥﴾﴾ [سورة يونس:15].

ترجمہ: آپ یوں کہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں، بس میں تو اس کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

یہ ایک فیصلہ کن دلیل ہے کہ آپ پر جو وحی نازل ہوتی تھی وہ نہ تو آپ کی طرف سے ہوتی تھی اور نہ اس کی تخلیق میں آپ کا کوئی عمل دخل ہوتا، درج ذیل (نکات) کی روشنی میں اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے:

١-وہ قرآن کے ہم مثل (نمونہ) پیش کرنے سے عاجز رہے، حالانکہ جیسا کہ گزر چکا ہے کہ انہیں اس کا چیلنج کیا گیا تھا، اگر وحی، انسان کی تخلیق ہوتی تو اس کی ہمسری بھی ممکن ہوتی، اس لئے کہ محمد بھی ایک انسان تھے، تو بھلا کیسے آپ کوئی ایسا کام کر سکتے ہیں جس سے دیگر سارے انسان عاجز رہیں، آپ کو انہی نشانیوں اور معجزات پر قدرت حاصل تھی جن کا اللہ نے آپ کو اہل بنایا تھا۔

٢-اگر یہ آپ کی تخلیق ہوتی تو زیادہ بہتر تھا کہ آپ اسے اپنی طرف منسوب کرتے کہ وہ ایک عظیم کتاب ہے (جس کو اپنی طرف منسوب کرنا قابل شرف ہے)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حادثات سے دوچار ہوتے اور (وحی کے) انتظار میں ایک دن، دو دن اور (بسا اوقات) پورا مہینہ گزر جاتا، جیسا کہ واقعہ افک میں اور یہودیوں کے ساتھ آپ کے اس واقعہ میں بھی ہوا جس میں یہودیوں نے آپ سے اصحاب کہف اور روح وغیرہ کے بارے میں سوالات کئے۔

٣-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن جو کہ وحی ہے) کو (ہر طرح) کے اختلاف اور تضاد سے پاک صاف بتایا ہے، جب کہ وہ متعدد قسم کے علوم اور مختلف نوعیت کے موضوعات پر مشتمل ہے، اس کے باوجود ان الگ الگ موضوعات کے مابین کمال کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ برتر وبالا کی جانب سے ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَٰفًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ ﴾ [سورة النساء: 82].

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر یہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقینا اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔

۴- قرآن پڑھنے والے کو اکتاہٹ نہیں ہوتی، بار بار دہرانے کے باوجود نہ تو وہ پرانا ہوا ہے اور نہ اس کے عجائب بوسیدہ ہوئے ہیں، جو کہ انسانی کلام میں نہیں ہوتا۔[1]

۵- ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزنش کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے: ﴿ عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١﴾ ﴾ ﴿ أَن جَآءَهُ ٱلْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ ﴾ [سورة عبس: 1-2].

ترجمہ: وہ ترش ہوا اور منہ موڑ لیا (صرف اس لئے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

نیز اللہ فرماتا ہے: ﴿ عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ وَتَعْلَمَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٤٣﴾ ﴾ [سورة التوبة: 43].

ترجمہ: اللہ تجھے معاف فرمادے، تونے انہیں کیوں اجازت دے دی؟ بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِىٓ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَٱتَّقِ ٱللَّهَ وَتُخْفِى فِى نَفْسِكَ مَا ٱللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى ٱلنَّاسَ وَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَىٰهُ ﴿٣٧﴾ ﴾ [سورة الأحزاب: 37].

ترجمہ: (یاد کرو) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تونے بھی کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا، حالانکہ اللہ تعالی اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے۔

---

(1) دیکھیں: إظهار الحق: (۳/۸۱۹-۸۲۳)

ان (آیات) سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہے۔[1]

٦- کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث میں یہ نہیں آیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آرزو مند اور اس بات کے متمنی تھے کہ آپ نبی منتظر ہوں۔

٧- وحی سے متعلق صحیح حدیث میں یہ صراحت آئی ہے کہ پہلی دفعہ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ کو اپنی جان کا اندیشہ ہونے لگا، جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ وحی آپ کو یکایک آئی تھی اور آپ اس سے نامانوس تھے۔[2]

وحی کے ثبوت کی ایک دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد بھی ہے: ﴿ قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ ﴾ [سورة یونس:16].

ترجمہ: آپ یوں کہ دیجئے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالی تم کو اس کی اطلاع دیتا، کیوں کہ میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں، پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

اس آیت کا وجہ استدلال مختلف ناحئے سے واضح ہوتا ہے:

١- آپ کے بارے میں معروف ہے کہ آپ امی تھے، پڑھنا لکھنا جانتے نہ تھے، مشرکین بھی اس بات کو یقینا جانتے تھے، تو کیا کوئی ان پڑھ اور ناخواندہ انسان اس طرح کی اعجاز بھری کتاب پیش کر سکتا ہے؟

٢- آپ نے جب (وحی) پیش کی تو آپ چالیس سال کے ہو چکے تھے، آپ جب کہ صادق وامین کے نام سے جانے جاتے تھے تو کیا اتنی لمبی مدت تک آپ کے حالات (لوگوں سے) مخفی رہ سکتے تھے کہ (اچانک) آپ جھوٹی نبوت کا دعوی کر بیٹھتے؟

٣- یہ کتاب جسے آپ لے کر آئے، وہ ہلاک شدہ قوموں کی تاریخ اورآنے والے حادثات کی پیشین گوئی پر مشتمل ہے، تو بھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب کا علم کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آپ کی نشو ونما

---

(1) دیکھیں: مناهل العرفان: (١/٨٠)

(2) دیکھیں: محمد رشید رضا کی کتاب الوحی المحمدی: ١٢٣-١٢٤

مکہ کے اندر ایسی بت پرست قوم کے درمیان ہوئی جو علم اور کتاب سے تہی داماں تھی، ان کو نہ تو طلب علم کا موقع میسر ہوا تھا اور نہ ہی ان کے پاس سابقہ کتابوں کی اطلاع تھی، یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور راست گوئی کی دلیل ہے۔

۴- اللہ تعالی کا یہ فرمان: "پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟"

وجہ استدلال: ان مشرکین کے سامنے یہ عیاں تھا کہ یہ عظیم کتاب ایک ایسا ناخواندہ انسان لے کر آیا ہے جس نے پہلے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی اور نہ ہی کبھی کسی استاد کی شاگردی اختیار کی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی دعوی کیا تھا، (بلکہ) وہ اس سے (بخوبی) واقف تھے اور انہیں اس کا بھی خوب علم تھا کہ وہ قرآن کے ہم مثل پیش کرنے سے قاصر وعاجز ہیں، جس سے کھلے طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ (کلام) ہے، اس کے باوجود انہوں نے اس کا انکار کیا جو ان کی دانش کی کمی کے ساتھ ان کی بد عقلی کی بھی دلیل ہے۔ (1)

۵- اللہ تعالی کا فرمان: ﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَٰتِهِۦٓ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾ ﴾ [سورة يونس:17].

ترجمہ: اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلائے، یقینا ایسے مجرموں کو اصلا فلاح نہ ہو گی۔

وجہ استدلال: اگر قرآن کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وضع کردہ ہوتا تو اس دنیا میں خود آپ سے زیادہ آپ پر کوئی ظلم کرنے والا نہ ہوتا، کیوں کہ (اگر ایسا ہوتا تو) آپ نے اللہ پر جھوٹ گھڑی ہوتی، جب کہ دلائل اس کی نفی کرتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ مشرکین سب سے بڑے ظالم ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ گھڑا، کتاب اللہ کو ٹھکرا دیا اور رسول اللہ کو جھوٹا کہا۔ (2)

بلکہ انصاف پسند مشرکین بھی اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ وحی غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتی، مورس بوکائی کہتے ہیں: عیسائیت اور اسلام کے درمیان کتب مقدسہ سے متعلق بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے،

---

(1) دیکھیں: تفسیر الفخر الرازی: (۶۱/۱۷)

(2) دیکھیں: تفسیر الرازی: (۶۱/۱۷)

ہمارا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت میں وحی کے ثابت شدہ نصوص نہیں پائے جاتے ہیں جب کہ اسلام کے پاس ایسا قرآن ہے جو وحی ہے، جسے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرئیل کے واسطے سے نازل فرمایا اور آپ نے اسے نازل ہوتے ہی لکھوالیا، اہل ایمان اسے حفظ کرتے اور دہراتے رہتے ہیں..."[1]

یہ (مشرکین) قرآن کو کمالِ ذہانت اور سماجی اصلاح سے تو متصف کرتے ہیں تاہم وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ: قرآن کے جن علوم و معارف اور کامل قوانین و آئین کا تم تذکرہ کرتے ہو، وہ اس لائق نہیں کہ اس میں کسی قسم کا اعجاز ہو، چناں چہ یہ یونانی (فلسفی) سولون[2] ہے جس نے تن تنہا ایسا بھرا پرا آئین وضع کیا جسے بڑی پذیرائی اور تابع داری حاصل ہوئی، تاہم کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس نے معجزہ پیش کیا اور نہ یہ کہ وہ آئین سازی کے ذریعہ نبی بن گیا۔[3]

اگر ہم جاہلیت کے معاشرے کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس سماج کو مصلحوں کی شدید ضرورت تھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی مدت تک کہاں تھے؟ جب کہ آپ اسی معاشرے میں جی رہے تھے، کسی نے بھی یہ نقل نہیں کیا ہے کہ اللہ صاحب عزت وجلال کی طرف سے وحی آنے سے قبل آپ نے کوئی قانون وضع کیا ہو یا کوئی آئین بنائی ہو۔[4]

---

(1) دراسة الكتب المقدسة في ضوء المعارف الحديثة: ١٠-١١

(2) ٧٠٠ قبل مسیح کا ایک یونانی فلسفی ہے، ان کی والدہ اثینا کے آخری بادشاہ بترا توس کی اولاد میں سے تھیں، یہ فلسفی ایک مالدار اور جنگ جو شخص تھا، اس نے اپنے ملک میں ادارتی، عسکری اور فوج کی رہنمائی جیسے کچھ ذمہ داریاں ادا کیں، ۵۹۴ قبل مسیح میں اسے تمام پارٹیوں کے اتفاق سے پوری قوم کا سربراہ منتخب کیا گیا، اس سے قبل "زراکوت" نے ملک کا جو آئین بنایا تھا اس کو بدلنے اور ملک کے نظام کو جیسے چاہے تبدیل کرنے کا کلی اختیار اسے دے دیا گیا، چناں چہ انہوں نے ایک نیا نظام متعارف کرایا جسے حکومت اور عوام نے دس سال تک آئین اور دستور کے طور پر اپنایا...." رشید رضا کی کتاب الوحی المحمدی: ۱۲۸، دیکھیں: مجلة المنار: (٧/ ۴۲۸-۴۲۹)

(3) مناہل العرفان: ٢/ ٣٢٩

(4) مناہل العرفان: ٦/ ۴۲۸-۴۲۹

تیسرا شبہ: سابقہ ادیان سے اخذ کرنے کادعوی

بہت سے مستشرقین کا یہ دعوی ہے کہ اس وحی الہی کو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت[1] اور وثنیت جیسے سابقہ مذاہب سے اخذ کیا ہے، اس کے لئے انہوں نے درج ذیل دلائل بھی پیش کئے ہیں:

۱- اسلام اور ادیان کے درمیان یکسانیت کے پہلو

۲- یہودیت اور نصرانیت جیسے ادیان جزیرۃ العرب میں موجود تھے

۳- ورقہ بن نوفل[2] اور بحیرہ راہب وغیرہما جیسے نصرانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی تعلقات

گولڈزیہر کہتا ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد قدیم کی تاریخ سے فائدہ پہنچایا، ایسا آپ نے زیادہ تر انبیاء کے قصوں کے ذریعہ کیا، تاکہ انذار اور تمثیل کے انداز میں ان گزری ہوئی قوموں کے انجام سے باخبر کریں جنہوں نے ان کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اللہ کے رسولوں کا مزاق اڑایا اور ان کی راہ میں آڑے آئے۔[3]

---

(1) مجوسیت کو دین اکبر اور ملت عظمی بھی کہا جاتا ہے، مجوسی دو اُصول کو مانتے ہیں: نور جو کہ ازل سے ہے اور تاریکی جو کہ بعد میں پیدا ہوئی ہے، نور وظلمت کی دو قسمیں ہیں بھلائی وبرائی، نفع ونقصان اور صلاح وفساد۔ ظلمت کے پیدا ہونے کا کیا سبب ہے، اس بارے میں انکا بڑا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ: انسانوں کی پہلی بنیاد "کیومرث" (مخلوق ناطق یعنی آدم) ہے، اور دوسرا نبی زردشت ہیں، ان کے بہت سے فرقے ہیں جن میں کیومرثیہ، زروانیہ اور زردشتیہ قابل ذکر ہیں۔ دیکھیں: شہرستانی کی کتاب: الملل والنحل (۱/ ۲۳۳ اور اس کے بعد) اور اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین: ۱۳۴ اور اس کے بعد۔

(2) ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی قبیلۂ قیش سے تھے، جاہلیت میں حکیم تھے، اسلام سے پہلے ہی انہوں نے بت پرستی ترک کردی اور بتوں کے چڑھاوے کھانا چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرلی تھی، انہوں نے ادیان کی کتابوں کا مطالعہ کیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد تھے، انہوں نے نبی کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: قیامت کے دن وہ اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ تنہا ایک امت ہوں گے۔

دیکھیں: الإصابۃ: (۶/ ۳۱۷-۳۱۸) اور الأعلام: (۸/ ۱۱۴-۱۱۵)

(3) العقیدۃ والشریعۃ: ۹

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ: ماضی میں اس کا اعتراف کیا جاتا تھا کہ عبادت خانے، گرجے اور مسجدیں حقیقت میں عبادت کی جگہیں ہیں ... لیکن اس کے بعد حالات بدل گئے، یہودیوں کے علماء اور عیسائیوں کے راہبوں پر کیچڑ اچھالا جانے لگا جب کہ وہ واقعی اپنے مذہب کے استاد اور راہنما تھے.."[1]

جاہلیت کے بت پرستانہ مذہب سے اخذ کرنے کے سلسلے میں گولڈ زیہر کہتا ہے: جہاں تک بات ہے حج کے ان شعائر کی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظم کیا، یا زیادہ مناسب لفظوں میں آپ نے عرب کے بت پرستانہ رسوم ورواج کے درمیان جن (شعائر) کی آپ نے حفاظت کی..."[2]

اس شبہ کے ذریعہ وہ دو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں:

پہلا یہ کہ: وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کوئی مستقل دین نہیں ہے، بلکہ وہ یہودیت ونصرانیت کا ملغوبہ ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی فطرت کے ذریعہ اسلام کی ہدایت حاصل نہیں ہوئی تھی، جو مستشرق بھی اسلام کے بارے میں بات کرتا ہے وہ اس پوائنٹ کو ضرور ذکر کرتا ہے۔[3]

دوسرا یہ کہ: وہ (اس کے ذریعہ) نصرانیت کی دعوت دیتے ہیں اور (یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ) نصرانیت ایک صحیح آسمانی دین ہے۔

---

(1) سابق مرجع:۱۳۰-۱۱۴ اور دیکھیں:۱۸

(2) سابق مرجع:۲۳، تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان مستشرقین کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، مثال کے طور پر اسی مؤلف کو لے لیجئے، اس کتاب کے مترجمین اس کی خوب پزیرائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اسے علامہ کے لقب سے نوازتے ہوئے نہیں تھکتے، جس کا ایک نمونہ ان کی یہ بات ہے کہ: بلاشبہ انہوں نے اپنے پیچھے جو یہ ورثہ چھوڑا ہے، اس کی وجہ سے اور بہ طور خاص اپنی ان دو کتابوں کی وجہ سے وہ ہماری رائے میں پہلے درجے کے مستشرق اور ان عظیم لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اسلام، اس کے طور طریقے اور اس کے اصلی علوم کا مطالعہ کیا اور گہرائی سے اس کی تحقیق کی۔ اسی وجہ سے وہ ان بڑے مستشرقین میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے بہ قدر امکان اسلام، اس کی روحانیت، طور طریقے اور اس کی تعلیمات کو سمجھا..."

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ انہیں اسلام کا ایسا کون سا فہم حاصل ہوا کہ وحی اور قرآن کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ وہ یہ دعوی کر بیٹھے کہ اسلام یہودیت اور نصرانیت سے ماخوذ ہے...!! اس کے اسی ایک نظریہ سے اسلام کی بیخ کنی ہو سکتی ہے، اس پر مستزاد وہ شبہات اور افترا پردازیاں ہیں جن سے اس کی یہ کتاب اور دیگر تالیفات بھری پڑی ہیں۔

(3) دیکھیں: ڈاکٹر عبد الجلیل شلبی کی کتاب الوحی المحمدی:۱۹۹

اس شبہ کی تردید:

اللہ صاحب عزت وجلال نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ قرآن کا مصدر حقیقی رب صاحب جلالت ومنزلت ہے اور اس نے اپنے علم سے قرآن نازل فرمایا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ ﴿٢﴾ ﴾ [سورة يونس:2].

ترجمہ: کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کے ڈرائیے۔

اللہ تعالی نے وحی کی نسبت اپنی طرف کی ہے:

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ ﴾ [سورة يونس:15].

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں ترمیم کردیجئے، آپ یوں کہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کردوں بس میں تو اس کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٧﴾ ﴾﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ ﴾ [سورة يونس:37-38].

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے وحی کے بغیر اپنے ہی سے گھڑ لیا گیا ہو، بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل نازل ہو چکی ہیں اور کتاب (احکام ضروریہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی بات شک کی نہیں کہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے ؟ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو، بلا لو اگر تم سچے ہو۔

شبہ کی تردید کرنے سے پہلے میں یہ واضح کردوں کہ اس شبہ کی تردید دو بنیادوں پر مرکوز ہے:

۱-اس بات کی نفی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کے علوم سے کچھ اخذ کیا۔

۲-اس کو ثابت کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی وحی اور اہل کتاب کی تکذب وتحریف کا تقابلی جائزہ۔

جہاں تک اہل کتاب کے علماء سے ملاقات اور بارہا آپ کے سفر شام کی بات ہے تو سیرت (کی کتابوں) میں یہ ثابت ہے کہ آپ نے صرف دو مرتبہ ہی شام کا سفر کیا، پہلی بار بچپنے میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ جیسا کہ ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

ابو طالب شام کی طرف (تجارت کی غرض سے) نکلے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش کے بوڑھوں میں ان کے ساتھ نکلے، جب یہ لوگ بحیرہ راہب کے پاس پہنچے تو وہیں پڑاؤ ڈال دیا اور اپنی سواریوں کے کجاوے کھول دیے، تو راہب اپنے گرجا گھر سے نکل کر ان کے پاس آیا حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ اس کے پاس سے گزرتے تھے، لیکن وہ کبھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا، اور نہ ان کے پاس آتا تھا، کہتے ہیں: تو یہ لوگ اپنی سواریاں ابھی کھول ہی رہے تھے کہ راہب نے ان کے بیچ سے گھستے ہوئے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا: یہ سارے جہان کے سردار ہیں، یہ سارے جہان کے سردار ہیں، یہ سارے جہان کے رب کے رسول ہیں، اللہ انہیں سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا، تو اس سے قریش کے بوڑھوں نے پوچھا: تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا: جب تم لوگ اس ٹیلے سے اترے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں رہا جو سجدہ میں نہ گر پڑا ہو، اور یہ دونوں صرف نبی ہی کو سجدہ کیا کرتے ہیں، اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو شانہ کی ہڈی کے سرے کے نیچے سیب کے مانند ہے، پھر وہ واپس گیا اور ان کے لیے کھانا تیار کیا، جب وہ کھانا لے کر ان کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرانے گئے تھے تو اس نے کہا: کسی کو بھیج دو کہ ان کو بلا کر لائے، چنانچہ آپ آئے اور ایک بدلی آپ پر سایہ کئے ہوئے تھی، جب آپ لوگوں کے قریب ہوئے تو انہیں

درخت کے سایہ میں پہلے ہی سے بیٹھے پایا، پھر جب آپ بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپ پر جھک گیا اس پر راہب بول اٹھا: دیکھو! درخت کا سایہ آپ پر جھک گیا ہے، پھر راہب ان کے سامنے کھڑا رہا اور ان سے قسم دے کر کہہ رہا تھا کہ انہیں روم نہ لے جاؤ اس لیے کہ روم کے لوگ دیکھتے ہی انہیں ان کے اوصاف سے پہچان لیں گے اور انہیں قتل کر ڈالیں گے، پھر وہ مڑا تو دیکھا کہ سات آدمی ہیں جو روم سے آئے ہوئے ہیں تو اس نے بڑھ کر ان سب کا استقبال کیا اور پوچھا آپ لوگ کیوں آئے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: ہم اس نبی کے لیے آئے ہیں جو اس مہینہ میں آنے والا ہے، اور کوئی راستہ ایسا باقی نہیں بچا ہے جس کی طرف کچھ نہ کچھ لوگ نہ بھیجے گئے ہوں، اور جب ہمیں تمہارے اس راستہ پر اس کی خبر لگی تو ہم تمہاری اس راہ پر بھیجے گئے، تو اس نے پوچھا: کیا تمہارے پیچھے کوئی اور ہے جو تم سے بہتر ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہمیں تو تمہارے اس راستہ پر اس کی خبر لگی تو ہم اس پر ہو لیے اس نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ جس امر کا فیصلہ فرمالے کیا لوگوں میں سے اسے کوئی ٹال سکتا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: نہیں، اس نے کہا: پھر تم اس سے بیعت کرو، اور اس کے ساتھ رہو، پھر وہ عربوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا: میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے اس کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ابو طالب، تو وہ انہیں برابر قسم دلاتا رہا یہاں تک کہ ابو طالب نے انہیں واپس مکہ لوٹا دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ کو بھی بھیج دیا اور راہب نے آپ کو کیک اور زیتون کا توشہ دیا۔[1]

---

(1) اس حدیث کو امام ترمذی نے کتاب المناقب میں باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر کیا ہے، حدیث نمبر: ۳۶۲۴ (۹/ ۲۴۳- ۲۴۴)، وہ کہتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اسے ابن جریر نے بھی تقریبا اسی طرح مختلف طرق سے اپنی کتاب التاریخ (۲/ ۳۶۳-۳۶۶) میں روایت کیا ہے، ابن إسحاق نے السیرۃ (۱/ ۲۳۶) میں اور حاکم نے مستدرک (۲/ ۶۷۲) میں روایت کیا ہے اور کہا کہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اسے بخاری و مسلم نے نہیں روایت کیا ہے"۔ اس حدیث کو بیہقی نے الدلائل (۲/ ۲۴-۲۹) میں اور ابن سید الناس نے عیون الأثر (۱/ ۱۰۵-۱۰۸) میں روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر نے الاصابۃ میں لکھا ہے کہ: اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں، اس میں سوائے ایک لفظ کے کچھ بھی منکر نہیں ہے، احتمال ہے کہ یہ لفظ کسی راوی کے وہم کی بنیاد پر دوسری حدیث سے اس حدیث میں مدرج ہو گیا ہے"، ابن سید الناس کہتے ہیں کہ: اس اسناد میں جو بھی رواۃ ہیں سب کے سب صحیح (بخاری) میں موجود ہیں..."۔ عیون الأثر: (۱/ ۱۰۸)

اس سفر کے وقت آپ کی عمر ۹ سال تھی جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ: آپ ۱۲ سال کے تھے۔ (1)

رہی بات آپ کے دوسرے سفر کی تو ابن جریر وغیرہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی ایک معزز مال دار اور تاجر خاتون تھیں، لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لئے دیتی تھیں اور مضاربت کے اصول پر ایک حصہ طے کر لیتی تھیں، پورا قبیلہ قریش ہی تاجر پیشہ تھا، جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گوئی، امانت اور مکارم اخلاق کا علم ہوا تو انہوں نے ایک پیغام کے ذریعہ پیش کش کی کہ آپ ان کا مال لے کر تجارت کے لئے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے جائیں، وہ دوسرے تاجروں کو جو کچھ دیتی ہیں اس سے بہتر اجرت آپ کو دیں گی، آپ نے پیش کش قبول کر لی اور ان کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے گئے، یہاں تک کہ جب آپ شام میں داخل ہوئے تو آپ (ایک روز) ایک درخت کے سایہ میں ایک راہب کی عبادت گاہ کے قرب جلوہ افروز تھے کہ اس راہب نے میسرہ غلام سے پوچھا یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں؟ میسرہ نے کہا: یہ قبیلہ قریش کے ایک شخص ہیں اور اہل حرم میں سے ہیں، راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا کوئی نہیں بیٹھتا، آپ نے جو سامان تجارت مکہ سے لئے تھے، اس کو فروخت کیا اور جس قسم کا مال خریدنا تھا اس کو خرید کر مکہ واپس تشریف لائے، کہتے ہیں کہ اس سفر میں میسرہ نے دیکھا کہ جس وقت سخت گرمی ہوتی تھی دو فرشتے اپنے پروں سے حضور پر سایہ کرتے تھے، جب مکہ آپ تشریف لائے اور خدیجہ کے پاس خریدا ہوا مال پیش کیا، تو اس کو خدیجہ نے یہاں فروخت کیا اور دو گنا یا اس کے قریب فائدہ ہوا، میسرہ نے راہب کی گفتگو اور فرشتوں کے سایہ کرنے کی بات خدیجہ سے نقل کی، خدیجہ چوں کہ ایک نہایت ذی عقل، شریف اور شرافت پسند، پاک نفس اور پاک طینت عورت تھیں اس لئے ان واقعات کو سن کر اس بات کی متمنی ہوئیں کہ حضور ان کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اس پیرایہ میں حضور کو پیغام بھیجا کہ اے میرے چچازاد! چوں کہ تم مجھ سے قرابت قومی رکھتے ہو اور امانت وصدق اور

---

(1) دیکھیں: تاریخ الأمم والملوک: (۲/۳۶۴) اور عیون الأثر: (۱/۱۰۵)

اخلاق حسنہ سے موصوف ہو، لہذا مجھ کو تمہارے اندر رغبت ہے، پھر انہوں نے خود کو آپ کی خدمت میں پیش کیا..."[1]

ان روایتوں کی روشنی میں یہ بات کھل جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ بھی تعلیم نہیں لی تھی، اس کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱-جب پہلی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے ساتھ سفر کیا تو آپ چھوٹے تھے، اہل کتاب کی کوئی بات نہیں سمجھتے تھے، دوسری بار تجارت میں مشغول تھے، دونوں ہی سفر میں آپ کے ساتھ گواہ موجود تھے، پہلے سفر میں آپ کے چچا، دوسرے سفر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام، اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ان دونوں نے ضرور بیان کیا ہوتا اور بات مشہور ہوتی، ایک بات یہ بھی ہے کہ قافلہ میں مصاحبوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کا علم حاصل کرنے کے لئے ان سے الگ ہوئے ہوتے تو اس کا شور ہو جاتا اور بات پھیل جاتی۔

۲-بحیرہ راہب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی، اگر آپ نے ان سے اخذ کیا ہوتا تو وہ آپ کی طرف نبوت کی نسبت نہ کرتے، بلکہ (ایسا ہوتا تو) آپ سے زیادہ وہ نبوت ورسالت کے مستحق ٹھہرتے۔

۳-بالعموم ایسا ناممکن ہوتا ہے کہ کسی بھی فن میں کوئی عالم مہارت حاصل کرے اور اس نے درِ علماء کی خاک نہ چھانی ہو، نہ ان سے اخذ واستفادہ کیا ہو اور نہ طلب علم (کی مشقتوں پر) صبر کیا ہو، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ثابت ہے کہ ان راہبوں اور یہودی علماء کے پاس نہ تو آپ کا آنا جانا ہوتا تھا اور نہ ہی ان کے ساتھ آپ کی نشست وبرخاست تھی، بلکہ آپ ناخواندہ تھے، پڑھنے لکھنے سے ناآشنا

(1) تاریخ الأمم والملوک: (۲/ ۳٦۷-۳٦۸)، اسے ابن اسحاق نے السیرۃ میں بھی روایت کیا ہے، نیز دیکھیں: سیرت ابن ہشام: (۲/ ۲۴۴-۲۴۵)، اسے بیہقی نے الدلائل (۲/ ٦۵-٦۷) میں اور ابن سید الناس نے عیون الأثر (۱/ ۱۱۵-۱۲۰) میں روایت کیا ہے۔

تھے، جو کہ اس کی فیصلہ کن دلیل ہے کہ آپ نے جو علم حاصل کیا تھا اور جو وحی لے کر آپ تشریف لائے تھے، وہ یقینی طور پر صرف اللہ کی طرف سے تھی۔

۴-ورقہ کی حدیث صحیح بخاری[1] میں ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے، اس لئے کہ انہوں نے آپ کی نبوت کی گواہی دی اور (اس کی پیشین گوئی کی کہ) آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی، چناں چہ ایسا ہی ہوا، اس میں آپ کی نبوت کی سچائی کی دلیل ہے، بلکہ آپ ان کی اس بات پر غور کریں: "اگر مجھے آپ (کی نبوت) کا زمانہ ملا تو میں خوب آپ کی مدد کروں گا" اس کے اندر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مدد کا اعلان کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی نبوت کی سچائی کو جانتے تھے۔

۵۔نصوص اس بات پر دال ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ورقہ بن نوفل کے درمیان وحی سے قبل کوئی تعلق نہیں تھا، اور نہ ہی آپ کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ ان کے پاس جاکر اپنی خبر دیں، بلکہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رائے تھی کیوں کہ وہی اپنے چچازاد کو جانتی تھیں اور ان کو ہی یہ پتہ تھا کہ وہ کتابوں کا علم رکھتے ہیں۔

٦-حدیث میں آیا ہے کہ: کچھ ہی دنوں کے بعد ورقہ کی وفات ہوگئی اور وحی کا سلسلہ بھی ٹھہر گیا، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نزول وحی کے تھوڑے ہی وقفہ کے بعد جلد ہی ورقہ کی وفات ہوگئی، ایسے میں یہ دعوت ۱۵ صدیوں تک کیسے جاری رہی اور اپنے مثبت نتائج پیش کرتی رہی؟!

۷۔ورقہ بن نوفل کے بارے میں یہ منقول نہیں ہے کہ وہ نصرانیت کے داعی تھے، بلکہ مشہور بات یہ ہے کہ وہ صحیح دین الٰہی کے جویا تھے تاکہ اس کی روشنی میں اپنے رب کی عبادت کر سکیں، اسی وجہ سے انہوں نے نصرانیت کو اختیار کیا۔

۸-ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اہل کتاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر شدید دشمنی رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے جو دلائل ان کے پاس ہیں، انہیں چھپاتے ہیں اور آپ کی نبوت کو مطعون اور

---

(1) اس حدیث کو بخاری نے کتاب بدء الوحی میں باب کان بدء الوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، حدیث نمبر:۳(۱/۵۰۴)۔

مشکوک کرنے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں، اگر انہیں اس قسم کی کسی بات کا علم ہوتا تو وہ اسے ضرور اچھالتے۔

۹-ایسا کچھ ہوا ہی نہیں، اگر ہوا ہوتا تو ہم تک بات ضرور پہنچتی، جب ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے تو اس کا دعوی کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ دعوی دلیل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اور اس کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے بلکہ دلائل اس کے بر خلاف ہیں۔

۱۰-مکہ کے اندر عربوں کی زندگی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک چھوٹا سا سماج تھا جس کی کوئی بات لوگوں سے مخفی نہیں رہتی تھی، بلکہ مسجد حرام میں گاہے بگاہے ان کا اجتماع ہوا کرتا تھا، (ایسے کھلے سماج میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بارہا شام کے سفر پر جانا کیسے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہ سکتا تھا جب کہ آپ مشہور نوجوان تھے، جنہیں اہل مکہ خوب جانتے تھے اور ان کے پاس اپنے اموال بہ طور امانت رکھا کرتے تھے۔

۱۱-کیا یہ عقل سے لگتی ہوئی بات ہے کہ دین اسلام اپنی تمام تر کمالیات اور تعلیمات کے ساتھ کسی ایسے تحریف شدہ دین سے ماخوذ ہو جسے اس کے ماننے والے چھپاتے ہوں، اس میں تحریف کرتے ہوں اور اس کی تعلیمات سے روگرداں رہتے ہوں، بھلا کامل کو ناقص سے کیسے ملایا جا سکتا ہے؟

۱۲-اہل کتاب کے پاس انبیاء کے جو قصے ہیں، ان میں حد درجہ کی گستاخی در آئی ہے، انہوں نے انبیاء کی طرف بہت سی ایسی شرمناک باتیں منسوب کی ہیں جن سے عام لوگوں کی طبیعت ابا کرتی ہے۔اس کی مثال سفر پیدائش میں باب نمبر ۹ کے تحت آئی ہے:"۲۰-نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔۲۱-اس نے اس کی شراب پی اور بدمست ہو کر اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔۲۲-کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور باپ کو اور دونوں بھائیوں کو باہر آکر خبر دی۔۲۳-تب سام اور یافث نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے کندھے پر دھرا اور پیچھے کو الٹے چل کر گئے اور اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی، ان کے منہ الٹی طرف تھے اور انہوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی۔۲۴-جب نوح

اپنے مے کے نشے سے ہوش میں آیا توجو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا ۔۲۵-اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو، وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہو گا۔[1]

سفر پیدائش ہی میں باب نمبر ۱۹ کے اندر لوط علیہ السلام کے قصے کے ضمن میں آیا ہے کہ:

"۲۰-اور لوط صُغر سے نکل کر پہاڑ پر جابسا اور اس کی دونوں بیٹاں اس کے ساتھ تھیں کیوں کہ اسے صُغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں غاروں میں رہنے لگے، ۲۱-تب پہلو ٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے، ۲۲-آؤ ہم اپنے باپ کو شراب پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں، ۲۳-تو انہوں نے اس رات اپنے باپ کو شراب پلائی اور پہلو ٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھی، ۲۳-اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلو ٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی، آؤ آج رات بھی اس کو شراب پلائیں اور تو بھی جاکر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔۲۶-بالآخر لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ (کے نطفے سے) حاملہ ہو گئیں[2] ۔

کیا انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے شایان شان ہے کہ ان سے ایسے کام سرزد ہوں، یہ (اہل کتاب کی گستاخیوں) کی ایک جھلکی ہے[3]-اللہ انہیں ذلیل ورسوا کرے، قرآن کریم کے قصے اور ان میں کتنا بڑا فرق ہے، اگر ان دونوں طرح کے قصوں میں تھوڑی بہت مشابہت پائی بھی جاتی ہے تو وہ اس وجہ سے کہ دونوں (اصل کے اعتبار) اللہ کی وحی ہیں، ہر چند کہ انہوں نے اس میں تحریف اور تبدیلیاں کی ہیں، تاہم وحی کا تھوڑا بہت حصہ اس میں اب بھی باقی ہے۔

---

(1) سفر پیدائش، باب نمبر ۹، فقرہ: ۲۰-۲۵

(2) سفر پیدائش، باب نمبر ۱۹، فقرہ: ۲۰-۲۶

(3) تفصیل کے لئے دیکھیں: اظہار الحق (۳/ ۸۳۵-۸۳۶)، ڈاکٹر علی عبد الواحد کی کتاب الأسفار المقدسۃ فی الأدیان السابقۃ: ۴۸-۶۲

گولڈ زیہر نے جب دعوی کیا تو ایسی کوئی دلیل نہیں پیش کی جو اس کے دعوی کو سچ ثابت کر سکے۔اسی لئے اہل کتاب یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور یہ جو مشہور ہے کہ آپ ناخواندہ تھے، وہ درست نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کے معجزہ ظاہر کرنے کے لئے تھا، جب کہ وحی کے نصوص اس کی تردید کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ ﴾ [سورة الأعراف:157].

ترجمہ: جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان پر جو بوجھ اور طوق تھے، ان کو دور کرتے ہیں۔

۱۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جاہلیت زدہ معاشرے کا جو حال تھا، جس بدترین ماحول میں وہ جی رہے تھے، جہالت کا رواج تھا، بداخلاقی عام تھی، ایسے میں کوئی شخص پہلے گزرے ہوئے اور بعد میں آنے والے سبھوں کا علم لے کر نمودار ہو، قوانین بنائے اوراحکام بیان کرے، دستور زمانہ کے حساب سے یہ ناممکن ہے (کہ یہ سب اپنی طرف سے کرے)، اس سے وحی اور پیغامبری کی سچائی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

۱۴- جب مشرکوں نے آپ کی نبوت اور وحی کو مطعون کرنا چاہا تو اس کو ایک لوہار پیشہ عجمی انسان کی طرف منسوب کر دیا، جو کہ حد درجہ نادانی اور نہایت بے ہودگی کی بات ہے، اس سے امت کے نبی اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (ان کی) عداوت کا اندازہ ہوتا ہے، اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ (اس تہمت) کی نکیر کی:

﴿وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ أَنَّهُمۡ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٞۗ لِّسَانُ ٱلَّذِي يُلۡحِدُونَ إِلَيۡهِ أَعۡجَمِيّٞ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيّٞ مُّبِينٌ ١٠٣﴾ [سورة النحل:103].

ترجمہ: ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے، اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کررہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان ہے۔

اس کے باوجود ان (مشرکوں نے) یہ نہیں کہا کہ: آپ نے یہ قرآن اہل کتاب سے سیکھا ہے!

١٥- دو طریقے ایسے ہیں جن سے یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وحی کسی انسان سے اخذ نہیں کیا تھا:

پہلا طریقہ: آپ کی قوم اور وہ سماج جس میں آپ نے زندگی گزاری، جس کا ذکر سابقہ دلیلوں میں گزر چکا ہے۔

دوسرا طریقہ: اس کے لئے جسے آپ کا زمانہ نہیں مل سکا، بلکہ سن کر جن مختلف طریقوں سے اسے اس کا علم ہوا، ان میں یہ ہے کہ: آپ کے حالات تواتر سند کے ساتھ موجود ہیں، پیدائش سے وفات تک کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے، تو بھلا اتنی اہم چیز کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے، جب کہ اس سے کمتر باتیں بھی ظاہر وباہر ہیں۔

یہ کہ: آپ نے بہت سے ایسی باتوں کی خبر دی جنہیں نہ تو اہل کتاب جانتے تھے اور نہ دوسرے لوگ، جیسے عاد وثمود اور صالح کے قصے، دستر خوان نازل کرنے اور فرعون کی بیوی کے ایمان لانے کے واقعات، اور انبیاء کی سیرتوں کی ایسی بہت سے تفصیلات جو کہ اہل کتاب کے یہاں مجمل طور پر موجود ہیں۔

یہ کہ: آپ کی قوم اور اہل کتاب کی جانب سے اس قدر شدید دشمنی کا آپ کو سامنا تھا کہ اگر ایسی کوئی بھی بات ہوتی تو بولنے والا یہ کہنے سے نہ چوکتا کہ: تم تو سب ہم سے اور ہماری (کتابوں) کے ذریعہ سے ہی سیکھتے جانتے ہو۔

یہ کہ: یہ ایک ایسی بات ہے جسے نقل کرنے کے اسباب مہیا تھے، اگر اس کو پوشیدہ رکھنے پہ کچھ لوگوں کا اتفاق بھی ہوتا تو کم از کم آپ کے قریب رہنے والے (برگزیدہ) صحابہ تو اس سے ضرور باخبر ہوتے، اور

دل سے اس پیغمبر کو جھٹلانے کے باوجود اتنی مشقتیں، اذیت، ہجرت (کا دکھ) اور جلاوطنی (کا کرب) نہ برداشت کرتے، جبکہ انہیں آپ سے نہ تو مال وجاہ کی امید تھی اور نہ ہی آپ نے ان سے محلوں کا وعدہ کیا تھا بلکہ آپ نے انہیں گھر بار اور اہل وعیال (چھوڑ کر) نکل جانے کا حکم دیا، یہ ایک معلوم سی بات ہے کہ انسانی فطرت جان بوجھ کر کسی جھوٹے کی پیروی کرنے سے ابا کرتی ہے۔

١٦- قرآن وسنت میں ثابت ہے کہ اہل کتاب آپ سے غیبی امور کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾﴾ [سورة الكهف:83].

ترجمہ: آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال پڑھ کر سناتا ہوں۔

نیز اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلرُّوحِ ۖ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾﴾ [سورة الإسراء:85].

ترجمہ: اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ جواب دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قصۂ اسلام مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کی خبر ملی تو وہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا۔ جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ وہ کون سا کھانا ہے جو سب سے پہلے جنتیوں کو کھانے کے لیے دیا جائے گا؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے ابھی ابھی مجھے آکر اس کی خبر دی ہے۔ اس پر عبد اللہ نے کہا کہ ملائکہ میں یہی تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی سب سے پہلی علامت ایک آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف

ہانک لے جائے گی، سب سے پہلا کھانا جو اہل جنت کی دعوت کے لیے پیش کیا جائے گا، وہ مچھلی کی کلیجی پر جو ٹکڑا اٹکا رہتا ہے وہ ہو گا اور بچے کی مشابہت کا جہاں تک تعلق ہے تو جب مرد عورت کے قریب جاتا ہے اس وقت اگر مرد کی منی پہل کر جاتی ہے تو بچہ اسی کی شکل وصورت پر ہوتا ہے۔ اگر عورت کی منی پہل کر جاتی ہے تو پھر بچہ عورت کی شکل وصورت پر ہوتا ہے" یہ سن کر (عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بول اٹھے "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔" پھر عرض کیا، یارسول اللہ! یہود انتہائی جھوٹی قوم ہے۔ اگر آپ کے دریافت کرنے سے پہلے میرے اسلام قبول کرنے کے بارے میں انہیں علم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجھ پر ہر طرح کی تہمتیں دھرنی شروع کر دیں گے۔ چنانچہ کچھ یہودی آئے اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ گھر کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم لوگوں میں عبد اللہ بن سلام کیسے آدمی ہیں؟ سارے یہودی کہنے لگے وہ ہم میں سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے صاحب زادے ہیں۔ ہم میں سب سے زیادہ بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے صاحب زادے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، اگر عبد اللہ مسلمان ہو جائیں تو پھر تمہارا کیا خیال ہو گا؟ انہوں نے کہا، اللہ تعالیٰ انہیں اس سے محفوظ رکھے۔ اتنے میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ [1]

اگر یہ علم آپ نے ان (اہل کتاب) سے حاصل کیا ہوتا تو اولاً وہ آپ سے پوچھتے ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ انہیں معلوم ہوتا کہ آپ نے انبیاء سے یہ سب اخذ کیا ہے، تو وہ آپ کو شرمندہ اور رسوا کرتے، نیز یہ کہ اگر (واقعی) آپ کو یہ سب (معلومات) ان سے ہی حاصل ہوئی ہوتیں تو آپ نبی نہیں ہوتے۔

---

(1) اسے امام بخاری نے کتاب الأنبياء میں باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ البقرہ، آیت: ۳۰ میں) یہ فرمانا "اے رسول! وہ وقت یاد کر جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک (قوم کو) جانشین بنانے والا ہوں" کے تحت ذکر کیا ہے۔ حدیث نمبر: ۳۱۵۱ (۳/ ۱۲۱۱-۱۲۱۲)، اس حدیث کو فضائل الصحابۃ میں ب حمید کی سند سے انہی الفاظ میں باب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان کیسے مؤاخات کی" کے تحت ذکر کیا ہے، حدیث نمبر: ۳۷۲۳ (۳/ ۱۴۳۳)

۱۷- آخرت، قیامت اور محشر سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی، اپنی غزوات اور مستقبل سے متعلق بہت سی ایسی خبریں آپ دیتے جو ہو بہو واقع ہوتیں، کچھ آپ کی زندگی میں اور کچھ آپ کی وفات کے بعد بھی واقع ہوئیں، اگر کوئی ان سے یہ کہے کہ یہ سب خبریں اہل کتاب کے پاس موجود ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ: (اگر ایسا ہے بھی تو) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گوئی اور سچائی کی دلیل ہے، کیوں کہ یہ سب خبریں ان کی کتابوں میں کسی نبی کی نسبت کے ساتھ ذکر گئی ہیں، اور آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی خبر اور بشارت ان کی کتابوں میں آئی ہے۔

۱۸- اس معاشرے میں یا تو مشرک تھے یا اہل کتاب، تاہم ان میں سے کسی کے پاس وہ دعوت نہ تھی جس کے علمبردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

۱۹- اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَمَا كُنتَ تَتۡلُواْ مِن قَبۡلِهِۦ مِن كِتَٰبٖ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَۖ إِذٗا لَّٱرۡتَابَ ٱلۡمُبۡطِلُونَ ﴿٤٨﴾ ﴾ [سورة العنكبوت:48].

ترجمہ: اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: یہ ایک معلوم سی بات ہے کہ جو دوسرے سے علم حاصل کرتا ہے وہ یا تو سیکھ کر اور یاد کرکے حاصل کرتا ہے یا پھر اس کی کتاب سے اخذ کرتا ہے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کسی کتاب سے کچھ یاد کرکے پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ کو کوئی لکھی ہوئی چیز پڑھنے آتا تھا، جو دوسرے کی کتاب سے اخذ کرتا ہے وہ یا تو اسے پڑھتا ہے یا پھر اسے نقل کرتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو پڑھنا آتا تھا اور نہ نسخ کرنا"(1)

۲۰- قرآن کی بیشتر آیتوں میں اس کو محال بتایا گیا ہے کہ آپ نے اہل کتاب سے کچھ اخذ واستفادہ کیا تھا، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں (اس کا عندیہ) ہے: ﴿وَإِذۡ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ

(1) الجواب الصحیح: (۳۱/۴)

لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ [سورة آل عمران:187].

ترجمہ: اور جب اللہ تعالی نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے چھپاؤگے نہیں، تو پھر ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا، ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے۔

نیز یہ کہ: ﴿ يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ [سورة المائدة:15].

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقینا تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بہ کثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔

نیز یہ کہ:

﴿ يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُوا۟ مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَآءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾ [سورة المائدة:19].

ترجمہ: اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آپہنچا ہے جو تمہارے لئے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی برائی سنانے والا آیا ہی نہیں، پس اب یقینا خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آپہنچا اور اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

نیز یہ کہ: ﴿ وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ ذَٰلِكَ قَوۡلُهُم بِأَفۡوَٰهِهِمۡۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۚ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ ٣٠ ﴾ [سورة التوبة:30].

ترجمہ: یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے، اگلے منکروں کی بات کی یہ پھر نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔

محمد رشید رضا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: مسئلہ وحی کے تجزیہ نگاروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معلومات کا جو تصور پیش کیا ہے، وہ اس قدر کم مایہ اور اس کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ وہ وحی قرآنی کے مصدر بننے سے قاصر ہے، بحیرہ راہب، نسطور، شام اور دیگر ممالک کے نصاری اور یہودیوں کے پاس جو علم تھا، قرآن اس سے کہیں زیادہ اعلی وبالا اور اکمل وارفع ہے، ان اعرابیوں کی تو خیر بات ہی نہ کریں جن سے شام کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تھی۔(1)

مختصر یہ کہ یہودیت ونصرانیت کا وحی محمدی کے مصدر ہونے کو باطل ثابت کرنے کے سلسلے میں جو دلائل گزر چکے ہیں، وہی اس کی بھی دلیل ہیں کہ دیگر تمام عقائد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سرچشمہ وحی نہیں ہیں، اس لئے کہ جب یہودیت ونصرانیت کے مصدر ہونے کا بطلان ثابت ہو گیا تو یہ بدرجہ اولی ظاہر ہو گیا کہ مجوسیت اور وثنیت وغیرہ آپ کے مصادر نہیں ہوسکتے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توحید پر قائم رہنے اور شرک سے دست بردار ہونے کی دعوت لے کر آئے تھے، جبکہ ان ادیان کے اندر جو بگاڑ اور تحریف در آئی ہے، وہ جگ ظاہر ہے اور اس کی تفصیل کی یہ جگہ نہیں۔(2)

---

(1) رشید رضا کی کتاب الوحي المحمدي:126

(2) دیکھیں: الجواب الصحیح (۱/۱۹۷)، (۴/۲۵، ۵۴، ۶۳)، اظہار الحق (۳/۸۳۵-۸۳۶)، مناھل العرفان: (۲/۳۱۷-۳۲۵)، رشید رضا کی کتاب الوحی المحمدی (۲۰۱-۲۰۲)، ڈاکٹر عبدالجلیل شبلی کی کتاب الوحی المحمدی (۲۰۱-۲۰۲)، ڈاکٹر عبدالجلیل کی کتاب رد مفتریات علی الاسلام (۷۸-۸۳)، محمد عتر کی کتاب وحی اللہ (۱۳۶-۲۳۹)، احمد غراب کی کتاب رؤیۃ اسلامیۃ للاستشراق (۳۱-۳۶) اور دیکھیں ڈاکٹر عمر رضوان کی کتاب آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیرہ (۱/۲۳۹-۳۶۵) اور عبد اللہ عبد الحی ابو بکر کی

چوتھا شبہ: وحی کی جو صورت حال ہے وہ صرف آپ کے اعصابی تناؤ اور تاثر کا نتیجہ ہے

اسے کسی نے ہسٹیریا سے تعبیر کیا ہے تو کوئی اسے مرگی کی بیماری بتاتا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ: آپ کی آزردہ مزاجی اور ذہنی تناؤ میں اس کا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔[1]

یہ ایک پرانا شبہ ہے جو رسولوں کی قومیں پیش کرتی رہی ہیں، ان کا دعوی رہا ہے کہ ان پر جنونی اثر ہوتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿كَذَٰلِكَ مَآ أَتَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُواْ سَاحِرٌ أَوۡ مَجۡنُونٌ ۝٥٢ أَتَوَاصَوۡاْ بِهِۦۚ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُونَ ۝٥٣﴾ [سورة الذاريات:52-53].

ترجمہ: اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ تو یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ کیا یہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے گئے ہیں، نہیں بلکہ یہ سب کے سب سرکش ہیں۔

اس شبہ کا بطلان مختلف ناحیئے سے ظاہر ہوتا ہے:

۱-وحی کے جن اقسام کا ذکر گزر چکا ہے، ان میں ہمیں کوئی بھی ایسی حالت نہیں نظر آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پریشان اور متاثر ہوں کہ آپ پر بے چینی اور آزردگی کے آثار نظر آتے ہوں۔

۲-سائنسی طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرگی کا مریض حواس باختہ ہو جاتا ہے، سوچنے کی صلاحیت اور یادداشت کی قوت باقی نہیں رہتی ہے، بلکہ وہ مکمل بے ہوشی کے عالم میں چلا جاتا ہے اور اسکا شعور معطل ہو جاتا ہے۔[2]

کتاب الوحی فی الاسلام وابطال الشبہات (۳۳۸-۳۶۹) جو کہ ایم اے کا رسالہ ہے جسے ٹائپ رائٹر پر لکھ کر جامعہ ام القری میں پیش کیا گیا ہے۔

(1) دیکھیں: رؤیۃ اسلامیۃ للاستشراق: ۱۳۸ اور آراء المستشرقین حول القرآن (۱/۳۹۸)

(2) دیکھیں: دائرۃ معارف القرن العشرین: (۵/۴۶۹-۴۷۸)

نزول وحی کے وقت ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان حالات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہوا کرتا تھا، وحی کے نزول کے بعد آپ صحابہ کرام سے مخاطب ہوتے اور بغیر کسی ادنی سی خطا کے جبریل کی ایک ایک بات سے انہیں باخبر کرتے۔

۳- ہسٹیریا ایک لاعلاج اعصابی بیماری ہے، جو اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہے، خلقت کی خرابی، سانس لینے میں تنگی اور ہاضمے کی پریشانی اس کی نشانیاں ہیں، بعض اوقات اس بیماری سے انسان جزوی اپاہج پن کا بھی شکار ہو جاتا ہے جس کے بعد پٹھے سکڑنے لگتے ہیں، بے ہوشی طاری ہونے لگتی ہے اور پھر ایسی بوکھلاہٹ اور سراسیمگی لاحق ہوتی ہے جس سے ہاتھ پاؤں کپکپانے لگتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگ پھلانگ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے...."[1]

اس بیماری کے یہ اوصاف یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہیں کہ وحی کے جو حالات ہیں، وہ ان کیفیات سے بالکل مختلف ہیں، بلکہ یہ صرف نامراد تعصب کا نتیجہ ہے (کہ اللہ کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیماری سے متہم کرتے ہیں)۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال قریش کے درمیان گزارا، آپ ان کے نزدیک اپنی بہادری، راست گوئی، وفاشعاری، دانش مندی، سنجیدگی اور پاک دامنی کی وجہ سے مشہور تھے، قریش کے سربرآوردہ لوگ نزاع کے وقت آپ کو فیصل بناتے تھے، جو انسان ایسی صفات کا حامل ہو وہ اس قسم کے لاعلاج بیماری کا شکار کیسے ہو سکتا ہے جو کہ جنون کی مانند ہے۔

آپ نے وحی عظیم کے جو نصوص پیش کئے، رب کی وضع کردہ جس کامل شریعت سے روشناس کرایا اور آپ نے جس عظیم سلطنت کی داغ بیل ڈالی، ان سب میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کسی مجنوں انسان سے سرزد نہیں ہو سکتے، اور (یہ یقین ہو جاتا ہے کہ) یہ بلاشبہ دونوں جہان کے پروردگار کی وحی ہے جو اس نے راست گو اور امانت دار رسول کے دل پر اتاری ہے۔

۵- ان کے اس زعم باطل کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے وفات تک کی پوری سیرت طیبہ محفوظ ہے اور اس میں اس بے بنیاد دعوی کی کوئی دلیل نہیں ہے!!

---

(1) مناہل العرفان: (۱/ ۷۴) اور دیکھیں: دائرۃ معارف القرن العشرین (۱۰/ ۵۰۷-۵۱۰)

٦- حقیقی صورت حال سے بھی اس دعوی کی تکذیب ہوتی ہے، اس لئے کہ مرگی اور ہسٹیریا کا جو شکار ہوتا ہے وہ بے تکی سے باتیں کرتا رہتا ہے جسے نہ تو وہ یاد رکھ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔

بھلا یہ حالات، وحی ربانی کے ان نصوص سے کیسے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں جنہیں نبی امی نے امت کے سامنے پیش کیا؟![1]

پانچواں شبہ: یہ دعوی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے سلسلے میں شک تھا

جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل کتاب[2] کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ وہ اس بابت اللہ تعالی کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں: ﴿فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾﴾ [سورة يونس:94].

ترجمہ: پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں، بے شک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے، آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

وہ اللہ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑتے ہیں: ﴿۞ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ قُلِ ٱللَّهُ ۖ وَإِنَّآ أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾﴾ [سورة سبأ:24].

ترجمہ: پوچھئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، (خود) جواب دیجئے کہ: اللہ تعالی، (سنو) ہم یا تم یا تو یقینا ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔

پہلی آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:

---

(1) دیکھیں: مناہل العرفان: (١/٧٤)، وحی اللہ: ٢٠٥-٢٠٦، آراء المستشرقین حول القرآن وتفسیرہ (١/٣٩٨) اور الوحی فی الإسلام وابطال الشبہات (٣٦٩-٣٧٦)

(2) دیکھیں: الجواب الصحیح: (١/٣٣٤-٣٤٠) اور (٢/٧٧)

یہ کہ: خطاب یقینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مخاطب دوسرے لوگ ہیں، جس کا معنی ہے کہ آپ تو شک میں نہیں لیکن آپ کے علاوہ (دوسرے لوگوں) کو شک ہے۔[1]

یہ کہ: یہاں شک سے مراد دل چھوٹا کرنا ہے، جس کا معنی ہے کہ: اگر جھٹلانے والوں کے جھٹلانے سے آپ کا دل چھوٹا ہوتا ہے.... شک کے لغوی معنی سے یہ استدلال کیا گیا ہے جو تنگ ہونے کے معنی میں آتا ہے۔

یہ کہ: خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے، لیکن اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ کو وحی کے سلسلے میں شک تھا بلکہ حسن، سعید بن جبیر اور قتادہ جیسے کبار تابعین نے اس آیت کی تفسیر یوں کیا ہے کہ: نہ تو آپ کو شک ہوا اور نہ ہی آپ نے (کسی سے اس بابت) سوال کیا۔[2]

نیز اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آپ نے (آپ سے پہلے کتابوں کو پڑھنے والوں سے) سوال کیا، بلکہ یہ تو صرف عربوں کے باہمی خطاب کا ایک اسلوب ہے، مثلا وہ کہتے ہیں: اگر تم میرے غلام ہو تو میری بات مانو، اور یہ کہ: اگر تم میرے بیٹے ہو تو میری فرمانبرداری کرو، حالانکہ کہنے والے کو یہ شک نہیں ہوتا کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔[3]

ساتھ ہی اس میں یہ بھی دلیل نہیں ہے کہ آپ نے شک کیا، شک ہونے پہ آپ کو (اہل کتاب سے) دریافت کرنے کا حکم دیا گیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کو شک ہوا ہی تھا۔[4]

آیت اس بات پر بھی دال ہے کہ مشرکوں نے آپ کی لائی ہوئی (رسالت) کی تکذیب کی، اہل کتاب کے پاس اس کو درست ثابت کرنے والی دلیلیں موجود تھیں اس لئے کہ موسی علیہ السلام نے بھی ایک اللہ کی عبادت بجالانے اور اس کے سوا ہر کسی کی عبادت سے باز آنے کی دعوت دی، جس کا مطلب ہے کہ توحید کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں تھی کہ مشرکین اس کا انکار کر بیٹھتے، اللہ تعالی فرماتا

---

(1) الجامع لأحكام القرآن (٣٨٢/٨)

(2) سابق مرجع

(3) سابق مرجع(١٦٩/١١)

(4) مجموع الفتاوی:(٣٢٥/١٦)

ہے: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ ﴿٤٥﴾﴾ [سورة الزخرف:45].

ترجمہ: اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! انہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمن کے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ [سورة الأنبياء:25].

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

مزید یہ کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی انبیاء۔ علیہم وعلی نبینا أفضل الصلاۃ والسلام۔ تشریف لائے وہ سب کے سب بشر تھے نہ کہ فرشتے جیسا کہ مشرکین گمان رکھتے ہیں کہ فرشتے ہی رسول ہوسکتے ہیں، اسی بنیاد پر انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو بھی ٹھکرادیا (کہ آپ بشر تھے)، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓا۟ إِذْ جَآءَهُمُ ٱلْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾﴾ ﴿ قُل لَّوْ كَانَ فِى ٱلْأَرْضِ مَلَٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُولًا ﴿٩٥﴾﴾ [سورة الإسراء:94-95].

ترجمہ: لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی ہے کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس آسمانی فرشتے ہی رسول بنا کر بھیجتے۔

نیز یہ کہ اہل کتاب سے پوچھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متعلق جو بشارتیں اور آپ کی جو صفات (ان کی کتابوں میں) ہیں، ان کی جانکاری حاصل ہو، [1] جیسا کہ اللہ تعالی

(1) الجواب الصحیح: (۱/۳۳۴-۳۴۰)

فرماتا ہے: ﴿ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ ﴿١٥٧﴾ ﴾ [سورة الأعراف:157].

ترجمہ: جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

رہی بات دوسری آیت کی تو اس میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آپ کو شک ہوا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ منصفانہ خطاب ہے جسے دوست ہو یا دشمن، سننے کے بعد مخاطب سے یہی کہے گا کہ تمہارے مقابل نے تمہارے ساتھ انصاف روا رکھا، جیسا کہ وہ عادل جس کا عدل ظاہر ہو وہ کھلے عام ظلم کرنے والے سے کہتا ہے: یا تو تم ظالم ہو یا میں، وہ ظاہری معاملہ میں شک کی بنیاد پر ایسا نہیں کہتا، بلکہ یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک ظالم ہے اور وہ تم ہو نہ کہ میں، اسی لئے جب یہ کہا جائے کہ موحدین جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، وہ یا تو ہدایت پر ہیں یا گمراہ ہیں، اور مشرکین جو ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو نفع پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان، وہ یا تو ہدایت پر ہیں یا گمراہ ہیں، تو اس سے یہی واضح ہو گا کہ موحدین ہدایت پر ہیں اور مشرکین گمراہ ہیں..."(1)

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: اس کا معنی ہے کہ تم نے جب اس ذات کے ساتھ شرک کیا جو آسمان وزمین سے تم کو رزق دیتا ہے تو تم گمراہ ٹھہرے..." (آیت: **وإنا أو إياكم لعلى هدى أو في ضلال مبين**) میں "أو" بصریوں کے نزدیک اپنے اصلی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ شک کے لئے، لیکن اس طرح کی جگہ پر عرب اس کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب کے خبر دینے والا معنی ومراد سے آگاہ تو ہو، لیکن واضح نہ کرنا چاہتا ہو"(2)

---

(1) الجواب الصحیح: (۱/۳۳۴-۳۴۰)

(2) الجامع لأحکام القرآن: (۱۴/۲۲۹)

خلاصہ کلام یہ کہ: یہ سارے شبہات صرف اسلام کی شفاف شکل کو مسخ کرنے کی (ناروا) کوششیں ہیں، یہ (حقیقت میں) اتنی کمزور کوششیں ہیں کہ حق کی کرنیں پڑتے ہی ان کے شعلے ماند پڑ جاتے ہیں۔

اس کتابچہ کی تحریر اور ان شبہات کی وضاحت اور ان کی تردید کے ذریعہ اللہ سے مجھے امید ہے کہ میں اپنے نبی اور آنکھوں کی ٹھنڈک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی مدافعت کرنے اور آپ کی محبت ونصرت اور آپ کی رسالت پر ایمان لانے کے جو تقاضے ہیں، ان کا تھوڑا سا حصہ ہی سہی، ادا کرنے میں (کامیاب رہی)۔

اللہ تعالی سے اس کے خوبصورت ناموں اور بلند وبالا صفات کے ذریعہ دعا گو ہوں کہ اس کاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز کرے، اسے اپنی رضا کے لئے خالص کردے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا جو فرد بھی آپ کی سنت اور طریقے سے روگرداں ہے، اس کتاب کو اس کی راہ یابی کا ذریعہ بنادے، اس عظیم نبی کی شان میں گستاخی کرنے والوں اور اہل کتاب میں سے جن تک یہ کتاب پہنچے، ان کے لئے اس کتاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کا وسیلہ بنادے، اللہ ہی خوب سننے والا اور قبول کرنے والا ہے، اللہ تعالی سے یہ بھی دعا ہے کہ اس کتاب کی طباعت، ترجمہ، نشر، تقسیم اور اسے بار بار منظر عام پر لانے میں جن لوگوں نے بھی حصہ لیا، ان سب کی نیکیاں دوگنی کردے، انہیں بروز محشر انبیاء اور صدیقین کے ساتھ اٹھائے، قیامت کے دن جہنم سے ان کے چہرے کو محفوظ رکھے اور اس دن ان کے چہرے کو سفید وتاباں رکھے جس دن کچھ چہرے پُر نور تو کچھ سیاہ ہوں گے۔

آمین

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

فہرستِ موضوعات

صفحہ	موضوعات
۱	انتساب
۳	مقدمہ
٦	پہلی فصل: اس میں دو مباحث ہیں
٦	پہلا مبحث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات
۷	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی بحث وجدال کی محتاج نہیں، اس کی کئی وجہیں ہیں:
۸	پہلی وجہ: بڑے بڑے معجزات کے ذریعہ آپ کی تائید کی گئی جن میں قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے
۸	آپ کی نبوت کے اعلان کی بابت امام حلیمی رحمہ اللہ کا قول
۸	قرآن کریم کا معجزہ
۸	حدیث (نبی کو جو نشانیاں دی گئیں وہ ان کے زمانے کے ساتھ ختم ہو گئیں.......)
۸	اس حدیث کی شرح میں امام ذہبی کا قول
۹	ابن حجر کی تشریح
۹	قرآن کی مختلف آیات میں چیلنج پیش کیا گیا ہے
۹	پہلی آیت: (وإن کنتم فی ریب....)
۱۰	دوسری آیت: (وماکان ہذا القرآن أن یفتری.....)
۱۱	تیسری آیت: (أم یقولون افتراہ قل فأتوا بعشر سور مثلہ.....)
۱۱	چوتھی آیت: (قل لئن اجتمعت الانس والجن علی آن یاتوا بمثل ہذا القرآن....)
۱۲	پانچویں آیت: (قل فأتوا بکتاب من عند اللہ ھو أھدی منھما.....)
۱۲	چھٹی آیت: (أم یقولون تقوّلہ بل لا یؤمنون....)
۱۳	کافر قرآن کے ہم مثل کلام پیش کرنے سے عاجز رہے، اس کی دو دلیلیں ہیں

۱۴	قرآن کے اعجاز سے متعلق علماء کے اقوال
۱۴	پہلا قول: بلاغت اور بیان و وضاحت کے اعتبار سے قرآن کا اعجاز
۱۴	مختلف زاوئے سے یہ بات واضح ہوتی ہے
۱۶	دوسرا قول: قرآن میں غیب کی جو خبریں دی گئی ہیں، وہ کسی انسان کے احاطۂ علم سے مافوق ہے
۱۷	تیسرا قول: قرآن میں ہلاک شدہ قوموں کے قصے بیان کئے گئے ہیں
۱۸	چوتھا قول: قرآن کے اندر دلوں میں چھپے راز کی بھی خبر دی گئی ہے
۱۹	پانچواں قول: قرآن کی تلاوت کے وقت دلوں میں ہیبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے
۱۹	چھٹا قول: قرآن کے بیان کردہ قوانین اور احکام میں بھی اعجاز ہے
۱۹	ساتواں قول: اللہ نے اس کی حفاظت کی ضمانت لی ہے
۲۰	آٹھواں قول: قرآن کا سائنسی اعجاز
۲۰	قرآن کے سائنسی اعجاز کے بارے میں ایک مستشرق کا بیان
۲۱	قرآن کے ہم مثل کلام پیش کرنے سے پھیر دینا بھی کیا کسی قسم کا اعجاز ہے؟
۲۱	نظام المعتزلی کا بیان
۲۱	(ہم مثل کلام پیش کرنے سے) پھیر دینے کا مطلب
۲۱	اس رائے کے قائلین کے دو نظریات ہیں
۲۲	قرآن کے ہم مثل کلام پیش کرنے سے پھیر دینے کے جو قائلین ہیں، ان پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا رد
۲۲	اس رائے کے باطل اور بے معنی ہونے کا بیان
۲۷	اعجاز کے سلسلے میں امام زرکشی کا قول
۲۷	قرآن کی مثیل پیش کرنے سے عاجزی کا چیلنج انس و جن دونوں کو شامل ہے، اس کے مختلف دلائل ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسی معجزات	۲۸
بعض متاخرین نے ان معجزات کا انکار کیا ہے	۲۹
دوسری وجہ: (اس کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی بحث وجدال کی محتاج نہیں) بعثت سے قبل اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات اور حالات تھیں، ان میں غور وفکر کر کے آپ کی نبوت کو ثابت کرنا	۳۱
سورۃ یونس کی آیات ۱۵-۱۷ کی تفسیر اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کے مختلف زاوئے ہیں، ان کا بیان	۳۱
پہلا طریقہ	۳۱
دوسرا طریقہ	۳۱
تیسرا طریقہ	۳۲
چوتھا طریقہ	۳۲
پانچواں طریقہ	۳۲
چھٹا طریقہ	۳۳
تیسری وجہ: (اس کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی بحث وجدال کا محتاج نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے جو قصے بیان کئے اور گزشتہ اقوام کی جو خبریں دی، ان کی روشنی میں آپ کی نبوت کو ثابت کرنا	۳۵
چوتھی وجہ: آغاز زمانہ سے ہی جنس انبیاء کی موجودگی کو ثابت کر کے آپ کی نبوت کو ثابت کرنا	۳۷
پانچویں وجہ: آپ کی بعثت ایسے زمانے میں ہوئی جب لوگوں کو کسی نبی کی شدید ضرورت تھی	۴۰
چھٹی وجہ: سابقہ کتابوں میں آپ کی نبوت کی بشارتیں	۴۲

سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں اس کی دلیل ہے کہ آپ کا ذکر ان کتابوں میں موجود ہے	۴۳
بہت سے راہب اور پوپ نے اسلام قبول کئے	۴۳
عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ	۴۳
اہل کتاب کی کتابوں سے آپ کی نبوت کے دلائل	۴۵
اہل کتاب جس کو تسلیم کرتے ہیں اور جو آپ کی نبوت کی یقینی دلیل بھی ہے	۴۵
ان اوصاف کا (جو ان کتابوں میں ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر منطبق ہونا	۵۱
ان کی کتابوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی کچھ اور دلیلیں	۵۲
لفظ (مددگار) اور لفظ (فارقلیط) سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس کی دلیلیں	۵۵
دوسرا مبحث: تمام انسانیت کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی عمومیت	۶۰
کیا اس عمومیت میں دوسرے کوئی نبی بھی شامل ہیں	۶۲
نوح علیہ السلام کی رسالت کے عام ہونے میں اختلاف ہے	۶۲
اس مسئلہ میں راجح قول	۶۵
کیا قرآن کا عربی زبان میں نازل ہونا آپ کی رسالت کے عام ہونے کے منافی ہے	۶۵
دوسری فصل: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکرین کے شبہات	۶۷
شبہ کا بنیادی مرکز	۶۷
پہلا شبہ: یہ دعوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر تھے جو کہ کفار مکہ کا بھی دعوی تھا	۶۸
نبی اور جادوگر کے درمیان واضح فرق	۶۸
دوسرا شبہ: یہ دعوی کہ وحی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور خیالات کی پیداوار ہے	۷۱
مستشرقین کا دعوی	۷۲
مستشرق گولڈزیہر کا قول	۷۲
اس کی تردید	۷۳

اس آیت کی تفسیر:(قل لوشاء اللہ ما تلوتہ علیکم....)	۷۵
اس آیت کا وجہ استدلال	۷۵
پہلی وجہ	۷۵
دوسری وجہ	۷۵
تیسری وجہ	۷۵
چوتھی وجہ	۷۶
پانچویں وجہ	۷۶
مغرب کے منصفین کی گواہی کہ وحی غیر اللہ کی طرف سے نہیں آسکتی	۷۶
تیسرا شبہ: سابقہ ادیان سے اخذ واستفادہ کا دعوی	۷۸
اس شبہ کی وضاحت	۷۸
گولڈ زیہر کا بیان	۷۸
اس شبہ کا ہدف	۷۹
اس کی تردید	۸۰
آپ صلی اللہ کے اسفارِ(شام)	۸۱
پہلا سفر	۸۱
دوسرا سفر	۸۳
اس کی دلیلیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کے علوم سے کچھ بھی استفادہ نہیں کیا تھا	۸۴
پہلی دلیل	۸۴
دوسری دلیل	۸۴
تیسری دلیل	۸۴
چوتھی دلیل	۸۵

پانچویں دلیل	۸۵
چھٹی دلیل	۸۵
ساتویں دلیل	۸۵
آٹھویں دلیل	۸۵
نویں دلیل	۸۶
دسویں دلیل	۸۶
گیارہویں دلیل	۸۶
بارہویں دلیل	۸۶
تیرہویں دلیل	۸۸
چودہویں دلیل	۸۸
پندرہویں دلیل	۸۹
سولہویں دلیل	۹۰
سترہویں دلیل	۹۲
اٹھارویں دلیل	۹۲
انیسویں دلیل	۹۲
بیسویں دلیل	۹۲
چوتھاشبہ: یہ دعوی کہ وحی صرف آپ کے اعصابی تاثرات کا نتیجہ ہے	۹۵
اس شبہ کی تردید مختلف ناحئے سے ہوتی ہے	۹۵
پہلاناحیہ	۹۵
دوسراناحیہ	۹۵
تیسراناحیہ	۹۶
چوتھاناحیہ	۹۶

پانچواں ناحیہ	۹۶
چھٹا ناحیہ	۹۷
پانچواں شبہ: یہ دعوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سلسلے میں شاکی تھے	۹۷
اس آیت کی تفسیر: (فإن كنت في شك .....)	۹۷
خلاصہ	۱۰۱
فہرستِ موضوعات	۱۰۲